PAGES MISSING WITHIN THE BOOK ONLY

UNIVERSAL LIBRARY
OU_224264
UNIVERSAL LIBRARY

روزنامہ صبحِ دکن
حیدرآباد دکن

سالگرہ نمبر

بتقریب سالگرہ ہمایونی خسرو دکن اعلیٰحضرت بندگانعالی

۱۳۳۹ف م ۱۳۴۸ھ م ۱۹۲۹ء

ایڈیٹر
احمد عارف

بہ اعانت ایڈیٹر
علی اشرف

مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس
گورنمنٹ ایجوکیشنل پریس حیدرآباد دکن

Checked 1965

CHECKED 1951

حیدرآباد میں

Checked 1969

اسٹیشنری کی سب سے مشہور دوکان فدا علی محمد علی
کی ہے جہاں اسٹیشنری کا ہر قسم کا سامان دستیاب
ہوتا ہے ہر قسم کا کاغذ دوات قلم سیاہی پنسل وغیرہ
واجبی قیمت پر ہمارے یہاں سے خریدئیے یہی ایک
دوکان ہے جہاں آپ کو اسٹیشنری سامان آپکے حسب
دلخواہ اور واجبی نرخ پر مل سکے گا۔

فدا علی محمد علی اینڈ سنس اسٹیشنری اینڈ پیپر مرچنٹ
پتھر گٹی

مکتبۂ ابراہیمیہ امداد باہمی (محدود) اسٹیشن روڈ حیدرآباد دکن

مطبوعات مکتبہ

(۱) روح تنقید عـہ
(۲) تنقیدی مقالات مجلد ۱۲ر سے
(۳) اردو کے اسالیب بیان مجلد ۶ر عـہ
(۴) سلطان محمود غزنوی کی بزم ادب ۱۲ر ۶ر
(۵) اردو شہ پارے جلد اول مجلد سے
(۶) دنیائے افسانہ ۱۲ر عـہ
(۷) کردار اور افسانہ مجلد ۲ر عـہ
(۸) ارباب نثر اردو مجلد ۱ر عـے
(۹) دکن میں اردو عـے
(۱۰) خیابان اردو مجلد عـا
(۱۱) جواہر کلیات نظیر ۱ر عـہ
(۱۲) آثار الکرام ۸ر عـہ
(۱۳) مبادی فلسفہ ۶ر ۴ر
(۱۴) اسوۂ حسنہ ۸ر
(۱۵) دکنی لغت ۱ر
(۱۶) قاموس الاغلاط مجلد صـہ
(۱۷) حدائق الاخلاق عـہ
(۱۸) تنظیم الاخلاق ۱۲ر
(۱۹) خزینۂ اخلاق ۶ر
(۲۰) شاہ رفیع الدین قندھاری ۵ر
(۲۱) نیک بی بی (نظم) ۲ر
(۲۲) جھوٹا شیطان (") ۲ر
(۲۳) سیرت خیر البشر (") ۲ر
(۲۴) سیرت مبارک (") ۲ر
(۲۵) شعاع امید (") ۱ر
(۲۶) اردو حروف تہجی کا نقشہ با تصویر رنگین ۱۴ر
(۲۷) کسری پہاڑوں کا نقشہ عـہ ۸ر

شرکت مکتبہ

مکتبۂ ابراہیمیہ ایک تجارتی کتب خانہ ہے جو انجمن ہائے امداد باہمی ملک سرکار عالی کی نگرانی و تحت میں ملک ہی کے مشترکہ سرمایہ سے اور ملک والوں کے ہی فائدے کیلئے قائم کیا گیا ہے اس کا مجوزہ سرمایہ ایک لاکھ روپیہ کے ایک ہزار حصص پر مشتمل ہے ادا شدہ سرمایہ پچاس ہزار روپیہ کے پانچسو حصص ہیں فروخت شدہ حصص کی قیمت بتیس ہزار روپئے ہے اور بس اقساط میں ادائی رکھی گئی ہے۔ ایک حصہ کی کامل رقم یکمشت ادا کر دینے پر پہلے سال ڈیڑھ منافع دیا جاتا ہے تین سال سے دس (۱۰) فیصد منافع بعد ادائی زکوۃ تقسیم ہو رہا ہے۔ تفصیلی قواعد و ضوابط اور شرکت کے فارم جلد طلب کیجئے۔

مطبع مکتبہ

مکتبہ کے تحت ایک مطبع بھی موجود ہے جو اپنی مطبوعات کے علاوہ بیرونی طباعت کا کام انجام دیتا ہے برقی مشین پریس بھی منگایا گیا ہے جو عنقریب چالو ہو جائے گا۔

مجلہ مکتبہ

دکن کا بہترین علمی ادبی رسالہ ہے جو مولوی عبد القادر صاحب سروری۔ ایم۔ اے۔ ال۔ ال۔ بی مولوی سید محمد صاحب ایم اے اور مولوی عمر یافعی صاحب کی زیر ادارت۔ بہترین مضامین انسانوں نظموں۔ اور تصویروں کے ساتھ ہر ماہ شائع ہوتا ہے قیمت سالانہ للعہ ششماہی عما نمبر سے نمونہ کا پرچہ چھ آنہ ۶؍

مکتبہ ابراہیمیہ

میں

اردو زبان کی جملہ کتابیں ملکتی ہیں فارسی اردو انگریزی وغیرہ کی منتخب کتب کا ہر وقت معتدبہ ذخیرہ مہیا رہتا ہے۔ ہندوستان کے مشہور ماہواری رسائل بھی موجود رہتے ہیں

اس کے علاوہ جملہ درسی و تعلیمی کتابیں اور دیگر ضروریات تعلیمی مثلاً نقشہ جات آلات تعلیمی سامان ڈرائنگ کنڈر گارٹن وغیرہ فراہم کئے جاتے ہیں۔

سائنس کی تازہ ترین تحقیقات

۱۸۸۹ء سے ۱۹۱۹ء تک ولایت کے ماہرین علم سائنس جوانی اور بڑھاپے کے راز کو معلوم کرنے میں سخت جدوجہد کرتے رہے ہیں لیکن ان کو کامیابی ہوئی۔ صرف جرمنی کے محکمہ حفظان صحت کے پروفیسر ہ. موس ہیجر. اس نتیجہ تک پہونچے کہ انسان کے جسم میں جو تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ وہ مختلف قسم کے غدودوں کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ اگر ان غدودوں کی اصلاح کرائی جائے تو انسان بوڑھا نہیں ہوسکتا۔ آخر سالہا سال کی سرتوڑ کوشش و دو ہزار تجربات کے بعد ڈاکٹر رچرڈ ویبرڈ (جو علم انسانی اور علم کیمیا میں جرمنی میں بے نظیر ماہر مانے جاتے ہیں۔ انہوں نے ثابت کر دیا کہ عمل جراحی کو بالائے طاق رکھکر علم ترکیب اجسام کے نو دریافت ذرایع سے جوانی کے غدودوں کی اصلاح ممکن ہے اور انسان کے گمشدہ ہارمونز (جوانی کے قدرتی عروق) پھر پیدا ہو سکتے ہیں۔ بمطلب کے لئے ڈاکٹر موصوف نے جو جوہر دریافت کیا ہے اس کا نام ویلین (ا) رکھا ہے ویلین کا استعمال ان نوجوانوں کو کرایا گیا جو اپنی غلط کاریوں کی وجہ سے جوانی کی قوت برباد کرچکے تھے۔ اور از سر نو جوان بنگئے غرض ویلین وہ چیز ہے جس کے استعمال سے بوڑھے آدمی کھوئی ہوئی طاقت کو دوبارہ واپس لاکر جوانوں کی سی طاقت اور خواہشات کو پورا کرسکتے ہیں ویلین کے موجد نے عورتوں کے لئے بھی ایسا ہی ایک جوہر دریافت کیا ہے جس کا نام فرلین (د) رکھا ہے یہ عورت کے لئے وہی چیز ہے جو ویلین مرد کے لئے۔ فرلین کا استعمال ہرتا ہے۔ کم کردہ عورت کیلئے بہترین چیز ہے بعض حمل بھی ہے بانجھ عورتوں کے لئے خاص کر مفید ثابت ہوئی ہے چونکہ شہرت کے لئے بہت کم اسٹاک آیا ہے لہذا آپ جلد ہی کریں اور آج ہی منگوالیں ایسا نہ ہو کہ بعد کو کف افسوس ملنا پڑے ویلین کے ایک بکس (۴۰ گولیاں) کی قیمت علاوہ محصولڈاک پیسہ دو پاکٹ ۸۰ گولیوں کی قیمت نو روپیہ ۸ محصولڈاک معاف ۳۰ گولی کی قیمت عہ محصولڈاک معاف۔ فرلین ایک پیکٹ (۴۰ گولیاں) کی قیمت للعہ دو پاکٹ ۸۰ گولیوں کی قیمت (للعہ) ویلین و فرلین کسی موسم کسی مزاج کو نقصان نہیں دیتا

ملنے کا پتہ۔ ایم۔ این برادرس کشمیری گیٹ (دھلی)

دواخانہ احیاء کیوں مشہور ہے؟

اس لئے کہ یہاں حیرتناک امراض کا علاج ہوتا ہے۔
اس لئے کہ کہنہ سے کہنہ مریض بھی صحتیاب ہوئے ہیں۔
اس لئے کہ تشخیص اور تجویز میں دلچسپی لی جاتی ہے۔
اس لئے کہ لاعلاج امراض کا بھی کامیاب علاج ہوتا ہے
اس لئے کہ غربا کا علاج مفت کیا جاتا ہے
اس لئے کہ دوائیں بے ضرر زود اثر اور خوش ذائقہ ہوتی ہیں۔
اس لئے کہ ہزارہا مریض صحتیاب ہوچکے ہیں۔
اس لئے کہ بچوں اور مستورات کا علاج بھی کامیاب ہوتا ہے۔

منیجر دواخانہ احیاء اندرون دبیرپورہ حیدرآباد دکن

معجز نما علاج

اکسیری کراماتی معجز نما دواخانہ حکیم سید محمد احسن مسکن نوری

(موجد علاج بلا اپریشن) بازار حسینی میاں نمبر ۱۹۹۲ مسجد صلابت علیخان صاحب کے روبرو۔ دبال کل امراض اور لاعلاج امراض بچے بوڑھے عورتوں کے دیکھنا ہے تو تماشے کی طرح علاج کرواکر دیکھئے بسکتے تڑپتے آتے اور ہنستے اچھلتے جاتے ہم نے تو دیکھا ہے آپ بھی دیکھئے ایک مخلوق تجربہ کاران خصوصًا میر منور علی منتظم شش گلشن آباد میدک وغیرہ وغیرہ۔

۳

فہرست تصاویر

حضرت اقدس والدۂ علیا کی

نواب اعظم جاہ بہادر، نواب معظم جاہ بہادر، دربار مسند نشینی ۱۹۱۱ء ریاست دیتا میں حضور والا کی رونق افروزی، ٹاؤن ہال میں ایڈریس کا جواب حضور پر نور اسٹیشن کیا بیچ میں بانی سلطنت آصفیہ حضرت آصفجاہ اول اعلیحضرت غفران مکان، نواب افضل الدولہ بہادر، نواب ناصر الدولہ بہادر، نواب سکندر جاہ بہادر، نواب میر نظام علیخان بہادر نواب صلابت جاہ بہادر نواب بسالت جاہ بہادر

قطعہ اعلیحضرت بندگانعالی بتقریب سالگرہ

فہرست مضامین

غزلیات برطرح حضرت ظل سبحانی بتقریب سالگرہ مبارک

مضمون	مضمون نگار	
اقتدار اعلیٰ	از جناب غلام جیلانی صاحب بی اے	۱۷
سوانح اعلیحضرت بندگانعالی	. . . . .	۲۱
اعلیحضرت خسرو دکن کا شاہانہ نظم و نسق	از مولوی عبدالمجید صدیقی ام اے ال ال بی	۲۴
خسرو دکن کی فارسی شاعری	از جناب عبدالقیوم خانصاحب باقی ام اے	۲۷
خسرو دکن اور اردو شاعری	از جناب عبدالقادر صاحب سروری	۳۲
حضور اقدس و اعلیٰ کی ہر دلعزیزی	از مولوی علی اختر صاحب اختر	۳۷
اعلیحضرت کا طرز زندگی	از جناب عزیز احمد صاحب	۳۹
تاجدار دکن کا فقید المثال کریکٹر	از جناب منظور حسین صاحب ماہر	۴۱
حیدرآباد کا نشاۃ ثانیہ	از ڈاکٹر عبداللطیف صاحب پی ایچ ڈی	۴۴
دکن میں صنعت و حرفت کا مستقبل	از جناب میر محمود علی صاحب ایم اے	۴۸
جمہوریہ ہند اور ریاستہائے ہند	از جناب سید محمد حسن صاحب رضوی بی اے ال ال بی	۵۷
وطن اور وطنیت	از مولوی حبیب اللہ حسین صاحب	۶۲
عہد عثمانی میں علمی اور تعلیمی ترقی	از جناب محمد محسن خانصاحب متین	۷۱
اردو کی توقعات دکن سے	از مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی	۷۴
عہد عثمانی میں ترقی عدالت	از مولوی علی شبیر صاحب	۷۹

حصہ نظم

مضمون	مضمون نگار	
قصیدہ برطرح غزل اعلیحضرت	مولوی مسعود علی صاحب محوی	۱۹
قطعہ در تہنیت جشن سالگرہ مبارک	نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل	۲۶
نشاط جشن میلاد حضور اقدس	علامہ عبد اللہ عمادی	۳۱
قصیدہ در مدح اعلیحضرت	مولانا سید شاہ ابراہیم عفو	۳۵
تخمیس بر مطلع اعلیحضرت بندگانعالی	از جناب اعجاز علی صاحب شہرت	۴۳
دعائے دولت علیہ سلطان المسلمین	از جناب مولانا عالی	۴۰
تاجدار آیا	نظم از جناب عظمت اللہ خانصاحب سعید	۴۰
تلوار تو بن	از مولوی تبسیر حسن خانصاحب جوش ملیح آبادی	۶۵
ہمایوں روز مولود حضور اقدس	از مولوی حبیب اللہ صاحب قا	۶۸
سلطان العلوم	از جناب محمد محسن خانصاحب متین	۷۶
جشن سالگرہ مبارک	از جناب منظور حسین صاحب ماہر	۲۳
۱۰		

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نذرِ عقیدت

الحمد للہ کہ آج رعایا و نمک خواران سلطنت ابد مدت کو اپنے آقائے نامدار حضور بندگانعالی خسرو دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کی بینتالیسویں سالگرہ منانے کی سعادت نصیب ہوئی۔

حضور بندگانعالی کا دور مسعود حیدرآباد اور حیدرآبادیوں کیلئے جسقدر برکات و مراحم کا باعث ثابت ہوا ہے اسکی نظیر پچھلے دور حکمرانی میں تلاش کرنا ایک فعل عبث ہے۔

ہر حکمراں خانداں میں صدیوں کے بعد ہی ایک آدھ فرد فرید ایسا پیدا ہوتا ہے جو صحیح معنوں میں اپنے ملک کا بادشاہ اور بانیٔ خاندان کا سچا جانشین ہوتا ہے۔

بادشاہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ دلوں کا بھی بادشاہ ہوتا ہے۔ اور سب سے اچھی حکمرانی وہی ہوتی ہے جو دلوں کو موہ لیتی ہے اور جس بادشاہ میں یہ صفات ہوتی ہیں اسکی رعایا پرستش کی حد تک اس سے محبت کرنے لگتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ حیدرآبادی بھی اپنے بادشاہ ذیجاہ کے اس شدت سے پرستار نظر آتے ہیں اور بلا تفریق مذہب و ملت سب نمکخوار اور ہر مسلم اس موقع پر بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہوتا ہے کہ "خدا اس ظلِ سبحانی" کو ملک پر تادیر سایہ آفگن رکھے" اس مبارک تقریب پر ناچیز "صبح دکن" بھی نہایت خلوص و عقیدت سے بارگاہ خسروی میں یہ حقیر نذرانہ پیش کرتا ہے فقط

جاں نثار ملک و مالک **احمد عارف** ایڈیٹر روزنامہ صبح دکن

غزل

از خسروِ شیریں سخن حضورِ پرنور اعلیحضرت بندگانعالی خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

مقامِ قدس مصحف در ظہور است
بہ جنّت جوشِ صہبائے طہور است

بہ موسےٰ لطف شد اعجاز روشن
یدِ بیضا بکف چوں شمعِ طور است

چہ مشکل در نجاتِ من کہ خالق
رحیم و ہم کریم و ہم غفور است

جہاں از جلوہ ات معمور و مملو
نہ بینم گر ترا از من قصور است

ہمہ ارواح در تسبیح و تہلیل
بہ گردِ عرش و در مشکوٰتِ نور است

چہ رنگ آورد ایں فصلِ بہاری
گل و ریحاں و سنبل در وفور است

بہ بیں عثماں کہ بہر خیر مقدم
تبسم ریز غنچہ ہم طیور است

غزلیات برطرح حضرت سبحانی

از حضرت نواب صلابت جاه بهادر المتخلص به آصفی

ثبوت فیض ساقی در ظهور است — بدجنت میکشاں جام طهور است
بشارت داد ساقی سقهم — به جنت جوش صهبائے طهور است
دل موسیٰ نه چوں پروانه گردد — جمال جانفزایت شمع طور است
امید مهر و خوف قهر دارم — به کف پیمانه بر لب یا غفور است
بگو بعد فنا انّی انا الحق — ولیکن در خودی عین قصور است
زهے شان جلالی و جمالی — به شکل ذرّه ذرّه مهر نور است

شود از بحر رحمت آصفی پاک
اگرچه گرد عصیاں در وفور است

از حضرت نواب کاظم جاه بهادر المتخلص به کاظم

زاحسانت وجودم را ظهور است — تو نوری هر دو عالم عکس نور است
مکاں و لامکاں شد از تو پر نور — بجود هر ذرّه رشک برق طور است
مکن زنهار زاهد عیب رنداں — نمی دانی خدائے ما غفور است
به تشریف تو آمد باد بهاری — چمن را خلعت گل در وفور است
زفیض جشن عشرت همچو فردوس — دکن معمور از حور و قصور است
لب هر غنچه مصروف تبسّم — ترنم ریز در بستان طیور است

بیا در بزم شه کاظم که امروز
برائے میکشاں جام طهور است

از حضرت نواب حشمت جاه بهادر المتخلص حشمت

به هر ذره شعاع برق طور است — عیان در پرده و بی پرده نور است
جمال تست هر جا جلوه آرا — مگر در چشم کج بینان قصور است
چرا باشد تامل در نجاتم — خداوندم رحیم است و غفور است
نگارا تا کجا در پرده مانی — بهر نوعی چو شانت در ظهور است
دو گونه مژده ده ساقی به مستان — گل و مل در بهاران در وفور است
چه رنگ است از قدوم موسم گل — خوش و خرسند غنچه هم طیور است

زهی بزم شه عثمان که حشمت
بدست میکشان جام طهور است

از حضرت نواب تقی جاه بهادر المتخلص به تقی

صفات ذات باری در ظهور است — زمین تا آسمان مملو ز نور است
ازان برقی که موسی گشت مدهوش — اثر تا حال در ذرات طور است
گنه از بنده بیند پرده پوشد — چها خالق حلیم است و غفور است
تو نشنیدی که زاهد رحمت حق — برای بندگان پر قصور است
بده ساقی مرا امروز جامی — ازان صهبا که در جنت طهور است
چسان جا کرد اندر دل من — بدان خوبی که هردم در وفور است

تقی اینجا چه ذکر ساز و مطرب
ز عشرت نغمه سنجی در طیور است

غزلیات برطرح اعلیٰحضرت بندگانعالی

غزلیات بر طرح اعلیحضرت ظلِ سبحانی

بتقریب سالگرہ مبارک

از نواب ضیا یار جنگ بہادر ضیا

قطعہ

ضیا سنگیں مکن فکرِ غزل را جوابِ شاہ از آداب دور است
سخن سنجان دولت راخبر نیست کہ این تعمیلِ فرمانِ حضور است

غزل

بہر سو جلوہ گر شانِ ظہور است سراپائے محمد را کہ نور است
علوئے رتبۂ آن قدس منزل ہویدا از حدیثِ عرش و طور است
بقرآن منحصر نعتش نباشد کہ در تورات و انجیل و زبور است
پناہ انبیا روزِ قیامت محمد شافعِ روزِ نشور است
گناہِ بندگان را عفو سازد محمد مظہرِ شانِ غفور است
بہ امت کوثر آرای مبارک محمد قاسمِ حور و قصور است
غم از دل می برد صہبائے عشقش مطہر را تواں گفتن طہور است
ببالِ شوق در پرواز آید دلِ من واقفِ سیرِ طیور است

ضیا از گریہ و آہم چہ پرسی
نہاں در ابرِ رحمت برقِ نور است

حضرت مولانا مولوی حاجی محمد عبد القدیر صاحب پروفیسر کلیہ جامعہ عثمانیہ

رخِ خیر الوری چوں شمعِ طور است دلِ ختمِ رسل مشکوٰۃ نور است
ز عشقِ سید ابرار مستم بسر سرجوشِ صہبائے طہور است
اگر داری دلا چشمِ حقیقت بہر ذرہ فروغِ شمعِ طور است
دلا برخیز و چشم از خواب بکشا کہ خورشیدِ حقیقت در ظہور است
مرا در میکدہ بگذار واعظ امیدِ عفو از ربِ غفور است
مبین بر من ببین بر خودِ الٰہی ز لطف و کرم وارث من قصور است

ز لطفِ ساقی میخانہ حسرتؔ
سر مینائے صہبائے طہور است

از جناب ملا عبد الباسط صاحب مصنف مدہرہ ورنگل

رخِ پرنورِ او یا شمعِ طور است کہ چشمِ خیرہ یارب این چہ نور است
تو ہم اے سرو رعنا نغمہ سنج کہ در گلزار گلبانگِ طیور است

چہ سود از شرحِ الفت پیشِ زاہد نمی بینی کہ در فہمش قصور است
شود شامِ عدم تفسیرِ زلفش بیانِ حسنِ او صبحِ ظہور است
تو اے واعظ مگو کن ستم را گنہگارم اگر من او غفور است
ز عشقِ پاک و کیفِ چشمِ مستش دلِ من جامِ صہبائے طہور است

نگنجد در لباسِ شعر صاحب
خیالِ من کہ در جوش و فور است

از جناب مولوی محمد عبد اللہ خاں صاحب کابل محافظ دفتر فنانس

ز روئے تو دو عالم صبحِ نور است ز زلفِ عنبرینش شامِ طور است
ہمہ پیشینیان گفتند و رفتند عدم تصویرِ مرآتِ ظہور است
چہ پرسی از نوازشہائے شاہاں سترِ کہم بہ پرواز طیور است
کدورت راز دلہا دور سازد شرابِ عشق صہبائے طہور است
نجاتِ عاصیاں آئین برہاں؟ بگو کا نقطۂ نعتِ غفور است
چہ سازم لحظۂ عیشِ جہاں را مقامِ خلد ما حور و قصور است

سخن آراست کلکِ شاہ عثماں
کہ جوشِ طبعِ کامل در وفور است

از جناب مولانا صدر الواعظین صوفی محمد عبد القادر صاحب قبلہ

محمد جانِ موسیٰ عینِ نور است کہ رویش در حقیقت شمعِ طور است
بنازم دلبری روئے سیاہت کہ این آئینۂ ربِ غفور است
نیازِ ساقی و مے میکدہ نیست دلِ من پر ز صہبائے طہور است
بر اوجِ عرشِ احمد رفتہ پر چو طیرِ سدرہ اینجا صد طیور است
نگر معراجِ عرشِ رحمتِ او یقین میداں کہ اقرارِ ظہور است
چو شوقِ شہپرش پردہ برانداخت ز ریشش کرم باز از ظہور است

ز جوشِ فیضِ مستاں در دلِ راز
نمودِ با تموج در وفور است

از مولوی میر قاری روشن علی صاحب سنا معلم حضرات شاہزادگان بلند اقبال

بہر جا جلوۂ او در ظہور است چو در دل جوشِ صہبا ظہور است
بہ شبنم پرتوئے آں جلوۂ یار تجلی در جام گہ بالا کہ طور است
ز رمنائے دختِ رز روشن جہاں شد درونِ جامِ بلوری چہ نور است
ترا ریزند بر ہر شاخِ گلبن بہ گلشن شورِ گلبانگِ طیور است

کشم از دست ساقی ساغر مے ۔۔۔ ہمیدانم کہ رب من غفور است
چہ بینی اختراں بر روئے گردوں ۔۔۔ ز داغ سینہ بر افلاک نور است

نوا انگیز منظور است امروز
چہ رنگ آہنگ گلبانگ طیور است

از جناب منظور حسین صاحب ماہر القادری

جبوئے تو عجب دنیائے نور است ۔۔۔ کہ ہر ذرہ تجلی رشک طور است
بہ ہر جانب کنی گرم ۔ دو ستا یم ۔۔۔ زہے قسمت عجب شان ظہور است
بہ محشر خون بسملاں گشت قاتل ۔۔۔ کہ ہر بسمل شگفت ابن تو زیبا است
فراوانی جلوہ می فرسید ۔۔۔ محبت راہمیں راز و فور است
بہ ہمیں وقت سحر جوش مسرت ۔۔۔ کہ ہر غنچہ ہم آواز طیور است
برائے کشتگان عشق احمد ۔۔۔ بہ جنت جوش صہبا طہور است

مشو ایندہ ہمکیں ماھ رزعصیاں
کہ حامی رحمت رب غفور است

از جناب مولوی سید باقر صاحب منصدار المتخلص بہ کاشف ساکن حویلی قدیم

بسال نو حو خورشید ظہور است ۔۔۔ جہاں سر سبز عشرت در ظہور است
بدور کاخ شہ جمع اند عشاق ۔۔۔ محل جلوہ گاہش کوہ طور است
بیا ساقی بدہ جام پیاپے ۔۔۔ مئے عشق جو صہبا طہور است
صدائے قلقل مینا ہر دو ہوش ۔۔۔ چہ دلکش در چمن صوت طیور است
تابد نجم اقبالش بر افلاک ۔۔۔ زمین چوں از جلبنش لوح نور است
پئے اعدائے شہ قہار قہار ۔۔۔ پئے احباب شہ رحمن غفور است

خوش آں روزے کہ رحمت از رہ لطف
دہد این مژدہ کاشف بے قصور است

از جناب مولوی محمد رحمت اللہ صاحب خوشدل منشی فاضل

جہاں معمور از آں ذات نور است ۔۔۔ بذات او بدو عالم ظہور است
مبارک سر ایمن بالو موسیٰ ۔۔۔ مرا ہر سنگ شہر کوہ طور است
ثنائے مصطفےٰ و حمد خالق ۔۔۔ بہر گلشن بمنقار طیور است
گواہ خوبیت اے شاہ خوباں ۔۔۔ پر از توریت و انجیل و زبور است
نعیم خاص آں ذات محمد ۔۔۔ اگر در قسمت حور و قصور است
چہ باک از تشنگی روز محشر ۔۔۔ بدست ساقیم جام طہور است
چو دانستم بہ آخر گشت روشن ۔۔۔ ندانستن ترا از من قصور است

مترسانم ز عصیاں ہائے خوشدل
بر و نا داں خداوندم غفور است

از جناب مولوی سید نصیر الدین حیدر عابدی صاحب اصغر تلمیذ حضرت نظم طباطبائی

ضیائے شمع وحدت در ظہور است ۔۔۔ بروں از پردۂ فانوس نور است
دلم بیہوش شد از تاب رویش ۔۔۔ کلیم این است و آں سر کوہ طور است
ز خون آرزو ہائے دل من ۔۔۔ چہ دل فوارۂ زخمم و فور است

بدہ پیر مغاں مے درد ایاغم ۔۔۔ برو ناصح خدائے ما غفور است
بوحدت کثرت و وحدت بکثرت ۔۔۔ شہودش غیب و غیب او ظہور است
دلم سوزد صدائے خندۂ گل ۔۔۔ جواب نالۂ عشق طیور است

بحب ساقی تسنیم آصف
بہ جنت جام و حور است و قصور است

از جناب مولوی سید ابو القاسم صاحب صابر و رنگر انگار شاخ تصحیح دفتر تالیف و ترجمہ

حقیقت در حجابات ظہور است ۔۔۔ بس این پردہ ہا اسرار نور است
بیا در وسعت عرفاں کہ بینی ۔۔۔ بہر منزل ز حیرت صد قصور است
دلم ساقی ایاغم چشم حق بیں ۔۔۔ شرابم رشک صہبائے طہور است
متاع شکوہ تنہا دلم بہ بازار ۔۔۔ کہ ارزانی نرخش بر و فور است
ز برق جلوہ اش در خرمن ہوش ۔۔۔ ہماں افسانۂ موسیٰ و طور است
چہ ترسانی مرا واعظ ز محشر ۔۔۔ نمیدانی خدائے ما غفور است

طرب زار نواشد جنت گوش
سرور ایں نغمہ سنجی طیور است

از جناب مولوی حکیم ابو الفضل میر عباس حسین صاحب رضوی راسخ

تو بی مظہر تو بی ہر جا ظہور است ۔۔۔ کہ گنج مخفی دنیائے نور است
ببین تاثیر حسن شعلہ افزا ۔۔۔ کہ کحل چشم خاک کوہ طور است
چہ اطمینان حال زار نرگس ۔۔۔ کہ ایں جبر تنگ زبانی طیور است
کرم اے موج بحر حسن افزا ۔۔۔ کہ سیل بیخودیم راو فور است
بہ نیساں ز ازل مست الستم ۔۔۔ مراد ر آب ہم ذوق طہور است
نیاید از من مجبور کارے ۔۔۔ بمن گو نسبت جرم و قصور است

عجب زندم کہ راسخ بے گناہم
بدستم جام مئے بر لب غفور است

از جناب مولوی قدرت علی صاحب قدرت وکیل ہائیکورٹ ضلع آصف آباد

نزول رحمت حق در ظہور است ۔۔۔ بہ جنت جوش صہبائے طہور است
بیا زاہد بنوش ایں بادۂ عشق ۔۔۔ شراب بحر وحدت در وفور است
مجسم گر چہ ایں بندہ قصور است ۔۔۔ مگر آں عز و جل رب غفور است
چو در قسمت نوشتی نفع و نقصاں ۔۔۔ چہ ایں ناچیز بندہ را قصور است
چہ گویم از زبانم رب ارنی ۔۔۔ تجلی گاہ در دل کوہ طور است
چہ پرسی حال انسان و ملائک ۔۔۔ ثنا خوانش دد و دام و طیور است

ببیں در لالہ و گل قدرت حق
نمایاں جلوہ اش در نار و نور است

از جناب مولوی سید افضل شاہ صاحب المتخلص بہ طوفان مقیم محلہ نواب بالم جنگ

توائے شاہ دکن خورشید نور است ۔۔۔ سراپا ہادی و شان غفور است
ہلال شہر رجب را چو دیدم ۔۔۔ در آغوشش عروج نو ظہور است
ز لطف ساقی کوثر بنوشم ۔۔۔ شراب یاد حق ہر دم طہور است

به‌نامِ عقلِ کل فضلِ الله بینم   که ضیغم شکلِ طاؤس و طیور است
لباسِ ساده بر جسمِ توائے شاه   نه دامن از برنگِ شمعِ طور است
غزل پر کیف دیده مست گشتم   قصورِ من در این دم بے‌قصور است

بخوان انا فتحنا زود طوفان
که جوشِ بحرِ رحمت در وفور است

از جناب مولوی سید یوسف تنها ساکن محله حال اندرون یاقوت پوره

ایا مدهوشئ حوران ام نور است   به‌جنت جوشِ صهبا و طهور است
اذان مسعود بلبل خیر مرسل   به‌جنت زیبِ حور و قصور است
شجر باغِ محمد گوهرش آمد   بر آن زرّین بال هر بلبل طیور است
گرفته عرش از کفش محمد   جبین حسنے که یک نور بر نور است
برفت از عرش تا عظمت محمد   شبِ معراج رازِ حق ظهور است
مع نعلین احمد رفت بر عرش   کلیم الله برهنه پا به طور است

مشو از جرم خود در یأس تنها
که او بخشنده مالک غفور است

از جناب مولوی محمد عبد اللطیف صاحب رشید یادگیری

رخِ خوبے نگارم شمعِ طور است   دلم پروانهٔ او بے‌قصور است
بحسنش شیفته صورت‌گرِ او   چه صورت صورتِ مرآتِ نور است
به گلگون عارضش بلبل غزل‌خوان   به مدحِ طرهٔ زلفش طیور است
ز لعلِ او شهیدان را حیات   خرامش شورِ رستاخیزِ صور است
کند خالِ رخش نکته‌نوازی   خطش منشورِ رحمت در سطور است
بذوقِ بوسهٔ آن شکرلب   به‌جنت جوشِ صهبائے طهور است

رشید یادگیری هر زمانے
دعاگوئے و مداحِ حضور است

از جناب مولوی حکیم ابو الفیض فقیر احمد صاحب عمدة الحکما اندرون فتح دروازه

بهر جا شاه عثمان در ظهور است   ز آرائش همه نور است و نور است
به فیضِ شه رعایائے دکن را   بهر دم عیش و عشرت در وفور است
نشاطِ سالگره شد به عالم   بفضل و رحمتِ ربِ غفور است
جهانے بهره‌مند از لطفِ عثمان   به باغ این نغمه در لحنِ طیور است
زهے بحرِ سخاوت بخششِ جود   که هر جا گوهرِ آن در ظهور است
بماند اخترِ اقبال تابان   دکن از جلوهٔ شه شمعِ طور است
تمنایم تر عقبیٰ دیدنِ تو   نه زاین باعث که حور است و قصور است
ببین ساقی بحالِ تشنه‌کامان   شرابے ده که نامِ او طهور است

مبین جرمِ فقیرِ بے‌نوائے
ز تو عفو و ز ما هر دم قصور است

از جناب مولوی نوابات حکیم نجم الدین صاحب امین صاحب انجم حیدرآبادی

سراپا بنده گو جرم و قصور است   امیدوار از آن که تو ربِ غفور است

نه حمدِ ذاتِ تو در جن و انسان   که تسبیحِ تو در لحنِ طیور است
ببین داری اگر چشمِ بصیرت   که هر جا جلوهٔ صد برقِ طور است
چه پرسی رازِ تخلیقِ محمد   بذاتش جمله عالم را ظهور است
چگونه سایه‌اش بودے به دنیا   که اصلِ ذاتِ پاکش عینِ نور است
بشوید داغِ عصیان را ز دامن   چو اشکِ انفعالم را وفور است

نیاید زهدِ تو در کار انجم
اگر اندیشهٔ فوز و طهور است

از جناب مولوی حکیم میر امام الدین صاحب قمر معینه در دواخانهٔ یونانی متعلقه

درین نازل تجلیات نور است   دلے دارم که رشکِ کوهِ طور است
به دیر و کعبه جستن حاجتے نیست   که هر جا جلوهٔ تو در ظهور است
ز کیفِ حبِ احمد مست گشتم   دماغم تیز ز صهبائے طهور است
چو دیدم چشمِ ساقی فاش گفتم   به گردش جامِ صهبائے طهور است
دلم کیفِ ولائے یار دارد   درین ساغر مئے ناب طهور است
چه خوف از پرسشِ روزِ قیامت   که گو شافع خدائے ما غفور است

ز رحمت کن عطائے ای رحمتِ حق
که سر تا پا قمر جرم و قصور است

از جناب مولوی غنی الحق صاحب

خوشا روزے که صبحش پر ز نور است   ظهورِ نورِ او از شمعِ طور است
چه روزے روزِ میلادِ شهِ ما   که ذاتش سایهٔ ربِ غفور است
به این تقریبِ مسعود و مبارک   بدلها شادمانی را وفور است
درین آوان بقولِ شاه عثمان   تبسم‌ریز غنچه هم طیور است
مگر بادِ صبا آمد ز فردوس   که جوشِ موجِ صهبائے طهور است
به چشم ساغر و ساقی به پهلو   به شکلِ کوثر و حور و قصور است
الٰهی شاهِ ما پاینده بادا   که از حسنِ طفیلش این ظهور است

غنی الحق که آصفجاهِ سابع
مجسم رحمتِ ربِ غفور است

از جناب مولوی محمد فخر الدین الکمالی صاحب رازی ساکن [illegible]

سرورم بیش از حد و فور است   بدستم آمده جامِ طهور است
مشو غافل بشر از یادِ مولیٰ   به‌مین تقدیس در لحنِ طیور است
به‌این جلوه او نسبت مخصوص   دلا هر جا که بینی شمعِ طور است
مرا کافیست کوئے دلبرِ من   پے زاهد همه حور و قصور است
به شانِ مصطفیٰ لولاک آمد   دو عالم را همان جبهه ظهور است
چه نسبت سایه را با جسمِ پاکش   که او سر تا به پا نور است نور است

مکن تشویش رازی روزِ محشر
رسولِ تو رحیم و حق غفور است

از جناب مولوی میر قدیر الدین صاحب مدرس مدرسه وسطانیه کلیانی

محمد مطلع انوار نور است — دو عالم باعث کون ظہور است
اسیر بیدار نوشی جام بر جام — بجنت جوش صہبائے طہور است
بغیر از نعمت دیدار یارم — نہ طمع حور و نے طبع قصور است
مرو اینجا و آنجا مثل موسیٰ — بہ بین دل جلوہ گاہ کوہ طور است
تو سیلاب موج جرم و عصیاں — نہاں دریائے رحمت در وفور است
ثنائے نغمہ ات در گلشن و دشت — ز منقار صدا ہائے طیور است

بیک نیکی بخشیدن گناہاں
نذیرا این بخشش رب غفور است

از جناب مولوی محمد امیر الدین صاحب انصاری میر کمل صدر انجمن المتخلص بہ نذیر

مسرت خیز مکیش در وفور است — بہ محفل دور صہبائے طہور است
بہ جشن تہنیت سالگرہ شہ — ترنم ریز در گلشن طیور است
سخاوت فیض بخشی شاہ عثماں — بسان شمس در عالم ظہور است
شہ ملک دکن از فرط شادی — منور چہرۂ اقدس ز نور است
منور گشت سالگرہ حیدرآباد — بجا گویند رشک شمع طور است
الٰہی رحم فرما بر غریبم — عفو کن ہر چہ او جرم و قصور است

امیر خستہ جاں را کئے نہ بخشی
مدامی بر زبانش یا غفور است

از جناب مولوی میر رحمت علی صاحب انصاری رفیق تلمیذ حضرت توفیق

بگلشن شاہد گل در ظہور است — ترنم ریز آواز طیور است
ز ذرہ ذرہ انوار الٰہی — عیاں است گرمی بزم قصور است
ز نور انبیا گر ہست آں شہ — دکن غیرت دہ صد رشک طور است
بگوش مے پرستاں گفت ساقی — بہ جنت جوش صہبائے طہور است
ز فیض شمس دیں و نور حمو حمی — بجا نام جوش زن دریائے نور است
بیائید اے گنہگاراں بیائید — کہ جوش رحمت حق در وفور است
بمن شہ بدعت رفیقاں — بناز و بندۂ رب غفور است

رفیق از دار و گیر حشر برستی
نہ دانی بندۂ رب غفور است

از جناب مولوی سید جلال الدین صاحب توفیق حیدرآبادی مرحوم

قطعہ

فرمان ترا ماہ سے تا ماہی ہو — بازو میں ترے زور ید اللٰہی ہو
پرچم مہ ہلال تیرے لشکر کا شہا — خورشید ترا تاج شہنشاہی ہو

ما چہ میخواریم یارب ہر کہ آید سوے ما — می زند ساغر بسنگ آبرو بر روے ما
ما اسیر رنگ نیرنگ تماشای خودیم — حلقۂ دام نظر شد حلقۂ گیسوے ما
ما بہ گلزار تمنا صد بہار آوردہ ایم — غازہ میناے سرشک خون ما بر روے ما
ما اسیر وحشت از بیداد فریاد خودیم — نالۂ ما شد کمند گردن آہوے ما
ما امیدانیم جز خاک رہ حیرت شدن — سرمہ شد در چشم ناکامی غبار کوے ما
ما سراپا از کف داغ جنون آتش بدیم — حلقۂ زنجیر آتش دیدہ شد بر موے ما

ما کہ از توفیق در حیرت فروشان خودیم
آئینہ حیرت فروشی میکند بر روے ما

از جناب مولوی محمد عبد الکریم صاحب ہاشم المکار نظامت طبابت

گر گفتہ است این کہ ہاشم بے قصور است — نگاہش بر کرم و بر رب غفور است
بنوشم یا ننوشم ساغر مے — مبرہن عیش و عشرت در وفور است
خیال آن رخ روشن کہ دارم — دل من جلوہ گاہ برق طور است
از اوج منزل خود خواہد افتاد — چرا آن شوخ مشتاق ظہور است
مرا پیر مغاں ہر دم خورانند — مے الفت کہ مشہور از طہور است
بہ بینم در دل خود نور جاں را — ہمیں عرش و ہمیں قندیل نور است

نمی شنوم چو گلبانگ انا الحق
کنوں گر ہم سر آواز طیور است

از جناب مولوی حسین خلف محسن بن علی صاحب حمید اعرب المتخلص فدا دکنی

بہر سو حسن خالق در ظہور است — بہ بینی گر بچشم قلب نور است
مے الفت کہ یار حور وش داد — بہ مستی رشک صہبائے طہور است
تجلی رخش یاراں میرسید — کہ قلبم سوختہ چو کوہ طور است
مدار از من طمع انکار صہبا — مگر از جانب ساقی قصور است
خرابم کرد صہبائے محبت — کہ کیفش ہر زمانم در وفور است
خیال گلعذاران در سرم ہست — بگوشم نغمۂ صوت طیور است

بہ عفوش کن نظرے خود فدائی
گنہگاری ولیکن رب غفور است

از جناب مولوی خواجہ محبوب علی شاہ صاحب

ناچیز

مدرس مدرسہ سدا سیو پیٹھ

دکن کردی مسرت در ظہور است — بہ جنت جوش صہبائے طہور است
چہ می پرسی ہمہ مئے عکس فطرت را — وفور است ہمہ نور است و ز نور است
رجب آغاز شد یا موسم گل — ز دل محو نوا سنجی طیور است
دریں نوروز لذاتے کہ دارم — وہم حول شرح گر طبعم قصور است
ضیا پاش است مہر صبح گاہی — سپاہ صف کشیدہ غرق نور است
تماشہ رفتہ از خود زین تماشا — تفنگ و توپ گوئی کوہ طور است

کہ تہنیت مبارکباد ناچیز
کہ اینجا شاہ ما آنجا غفور است

قطعہ

از اعلیحضرت بندگانعالی بتقریب سالگرہ مبارک

جلوه گر همچو قمر سالگره را بینیم

بهره اندوز طرب هر که و مه را بینیم

مژده ات باد که من کاملشان را حتما

بر سر نصرت و اقبال تو شها بینیم

قصیدہ بطرح غزل اعلیحضرت

بتقریب سالگرہ مبارک

از مولوی مسعود علی صاحب محوی بی اے (علیگ) سابق سشن جج

بتاب اے مہر ہنگام ظہور است — جہان منتظر جویائے نور است
بر آمد از افق صبح سعادت — فروزاں وادئ فاران طور است
رواج جہل و ظلمت بر طرف شد — متاع دین و دانش در وفور است
قرار نیک و بد از خویشتن نیست — سروش وحی کشاف امور است
ز سوز سینۂ اخلاص کیشاں — شرر افتادہ در جاں شور است
شہید شیوۂ صدق و صفا را — حیات جاودانی در حضور است
دعائے خستہ جاناں در دل شب — پئے گم کردہ راہاں شمع طور است
فلک ہمت فزائے خیر و خوبی است — جہاں بیگانہ از فسق و فجور است
نوائے دلکش اللہ اکبر — شفا بخش جراحات صدور است
نوا سنج اند مرغان سحر خواں — تو گوئی نے بہ منقار طیور است
در خمخانہ ایماں کشادند — دل اہل الیقیں وقف سرور است
حدیث دوست گو واعظ، دریں بزم — چہ جائے قصۂ حور و قصور است
بکش جامے ز صہبائے تولّا — ابا کردن ازیں مے مکر و زور است

بیائے ناز ساقی سر نہادن — علاج علت کبر و غرور است
سوال مے ز ساقی نارو انیست — کہ ساقی مہربان دل ناصبور است
اگر مے نیست چشم مست ساقی — بقول شاہ "صہبائے طہور است
خدیو پر ہنر عثمان علیخاں — کہ فضلش مشتہر نزدیک و دور است
مرصع نثر او چوں عقد پروین — مسلسل نظم او چوں زلف حور است
جواب شعر او یارائے کس نیست — عیاں ایں نکتہ بر اہل شعور است
چو تشریحش کنی تفسیر آیات — چو در لحنش کشی نظم زبور است
درخشانست اندر سلک نظمش — ہر آں گوہر کہ در جیب بحور است
معانی در سواد گفتۂ او — بیاض روشن بین السطور است
بروخط آنکس از نظم روانش — کہ بر بحر سخن او را عبور است
بحق دشمنان ملک او ملت — صریر کلک او آواز صور است
بجاں می پرورد اہل ہنر را — ہمیں مرسوم شاہان غیور است
پئے افزونی اقبال و جاہش — دعائے مارواح آو نکور است
حساب عمر او یارب رواں باد — حساب سالہا تا از شہور است
ببار اے ابر رحمت بر تر و خشک — جہاں پژمردہ از باد حرور است
مقدر را چہ باید کرد **محوی** — کہ توفیق اطاعت در قصور است

گنہ از بندۂ بیچارہ آمد
امید بخشش از رب غفور است

اعظم اسٹیم پریس گورنمنٹ ایجوکیشنل پرنٹر چار مینار حیدرآباد

سوانح اعلیحضرت بندگانعالی

مشرق ہمیشہ سے بادشاہ پرست رہا ہے کیونکہ وہ اس زبردست ہستی کو اپنا ملجا اور ماوا سمجھتا ہے ملک کی فلاح اور بہبود کی ساری توقعات اسی ذات گرامی سے وابستہ ہوتی ہیں، مسلمان اگر اس عظیم المرتبت ہستی کو ظل اللہ کہتے ہیں تو دوسری اقوام دیوتا مانتے چلے آئے ہیں ہم اپنے بادشاہ کو ظل اللہ مانتے ہیں اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ اسی آستانہ سے سب کچھ وابستہ ہے واقعی وہ قوم بڑی خوش قسمت ہے جسکو ایسا روشن خیال اور اولوالعزم تاجدار ملا ہے اور وہ ملک بہت خوش نصیب ہے جس میں بادشاہ رحمت بن کر اترتا ہے، ملک پھلتا پھولتا ہے اور اس کے ظل عاطفت میں امن و آسائش کی دولت سے بہرہ ور رہتا ہے۔

بادشاہ پرستی کے متعلق لارڈ مکالے اپنے مضمون میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ "بادشاہ پرستی اسی ملک کے باشندوں کو زیبا ہے جہاں بنی نوع انسان کی محنتوں اور کوششوں کو آزادی کے ساتھ بارآور ہونے کا موقع حاصل ہو، جہاں عام ترقی کی راہ میں کوئی چیز حائل نہو، جہاں آسائش و بہبودی کے تمام اسباب مہیا ہوں رایوں اور خواہشوں پر کوئی دباؤ نہو، جہاں تعصب اور جہالت کے دیوتا دانت نہ پیستے ہوں جہاں علم کی روشنی دماغوں کو منور کرتی ہو، جہاں عالم اتفاق اور دلی ہمدردی موجزن ہو"

لارڈ مکالے نے کسی ملک کے بادشاہ پرست ہونے کیلئے جو چیز پیش کی ہے اس روشنی میں اگر ہم دولت آصفیہ پر ایک نظر ڈالیں تو صاف معلوم ہو گا کہ یہ چیز جن میں ہندوستان کی بہت سی ریاستیں بہت کم پیش کرسکتی ہیں۔

اعلیحضرت حضور پرنور نواب میر عثمان علیخاں بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کی ذات گرامی پر مملکت دکن جس قدر فخر کرے بجا ہے۔ جسطرح غازی مصطفےٰ کمال کی قیادت سے ترکی کے جسد مردہ میں جان پڑگئی، ایران کے عالی حوصلہ تاجدار نے اسے ترقی کی شاہراہ بھی پر لگا دیا اور سلطان ابن سعود نے حجاز کی لاج رکھ لی اسی طرح ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کی یادگار دولت آصفیہ کے اولوالعزم اور محبوب تاجدار نے حیدرآباد میں زندگی کی نئی روح پھونک دی۔ بندگانعالی کا زرین عہد دکن کے حق میں ابر رحمت ثابت ہوا جس سے علم و عمل کی پژمردہ کھیتیاں سیراب ہوئیں حیدرآباد بیدار ہو گیا۔ ذیل میں ہم اس اعلیٰ مرتبت بادشاہ کے سوانح حیات مختصراً نذر ناظرین کرتے ہیں۔

اعلیحضرت بندگانعالی بتاریخ ۱۹ جمادی الثانی سنہ ۱۳۰۳ھ م ۵ اپریل سنہ ۱۸۸۶ء تولد ہوئے اس موقع پر حضرت غفراں مکاں کی شہریاری نے سارے ہندوستان سے خوشی و مسرت کا اظہار کرایا۔ پانچ سال کی عمر ہونے کے بعد بڑے دھوم دھام سے حضور کی رسم تسمیہ خوانی ادا کی گئی اور یہاں سے ابتدائی تعلیم کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

مولوی انوار اللہ خاں صاحب مرحوم ناظم امور مذہبی عربی اور دینی تعلیم کیلئے مقرر کئے گئے نواب عماد الملک اور سید علی شوستری فارسی اور ایجرٹن انگریزی کے لئے مقرر ہوئے ان مشہور ادیبوں اور عالموں کے فیض صحبت نے بندگان عالی کی خداداد ذہانت پر سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔

مسٹر ایجرٹن انگریزی کے اچھے ادیب تھے جو مختلف ہندوستانی رئیسوں کے معلم رہ چکے تھے نواب عماد الملک بہادر سید علی شوستری اور مولوی انوار اللہ خاں جیسے جید عالموں کی وجہ سے حضور پرنور کی اصلی قابلیتیں بہت جلد اجاگر ہو گئیں۔ علمی شوق ترقی کرتا گیا، چنانچہ آپ نے قلیل مدت میں ان زبانوں پر کافی عبور حاصل کرلیا۔

یہ اعلیحضرت بندگانعالی کی تعلیمی حالت کا مختصر خلاصہ ہے اس کے علاوہ مختلف مردانہ اور شاہانہ فنون جیسے شہسواری سپہ گری وغیرہ کی مشق حضور نواب سر افسر الملک بہادر کی زیر نگرانی فرمائی۔

اعلیحضرت بندگانعالی نے بچپن ہی میں نہ صرف ممالک محروسہ کے اکثر اضلاع کا سفر کیا بلکہ بمبئی کلکتہ اور اجمیر بھی تشریف لیگئے سنہ ۱۹۰۳ء کے دہلی دربار میں حضور غفراں مکاں کے ہمراہ شریک تھے ابتدا ہی سے امور سلطنت کی واقفیت کا انتظام کیا گیا تھا، چنانچہ اس مدت میں آپ نے کافی عملی تجربہ حاصل کیا اور جب

تخت نشین ہوئے تو ملک کے پورے حالات آپ کے سامنے آئینہ تھے۔

حضور پرنور کا عقد ۱۳۲۴ھ میں نواب جہانگیر جنگ بہادر کی دختر بلند اختر سے ہوا ۸ محرم ۱۳۲۵ھ کو شہزادہ ولیعہد بہادر (نواب اعظم جاہ بہادر) پیدا ہوئے۔ حضور کے تخت نشین ہونے تک اور تین شہزادے تولد ہو چکے تھے۔

حضور غفران مکاں کے بعد ہمارے اعلیٰحضرت بندگانعالی ۱۹۱۱ء میں تخت پر جلوہ افروز ہوئے یکم ڈسمبر ۱۹۱۱ء کو چومحلہ میں دربار منعقد ہوا اس موقع پر رزیڈنٹ بہادر نے حضور پرنور کو تخت نشینی کی مبارکباد دیتے ہوئے آپ کے عہد حکومت سے ملک کی فلاح و بہبود کی بہت سی توقعات کا اظہار کیا اسکے جواب میں حضرت اقدس و اعلیٰ نے جو تقریر فرمائی اس کا اقتباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے تاکہ اس کا اندازہ ہو سکے کہ آپ نے ملک و قوم کی فلاح و بہبود کا جو وعدہ اسوقت فرمایا تھا وہ کس شاندار طریقہ پر پورا ہوا ہے۔

اعلیٰحضرت بندگانعالی نے اسوقت تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "میں اپنی ذمہ داریوں سے اسوقت تک عہدہ برآ نہ ہو سکونگا جبتک کہ اپنے والد محترم کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش نہ کروں۔ میں اس بات کی انتہائی کوشش کرونگا کہ اپنے جلیل القدر باپ کی طرح ملک معظم کیساتھ دیرینہ تعلقات کو برقرار رکھوں اور انہیں مستحکم کراوں"

۱۰ ڈسمبر ۱۹۱۲ء کو ہز اکسلنسی لارڈ ہارڈنگ حیدرآباد آئے ان کے اعزاز میں چومحلہ میں اسٹیٹ ڈنر ترتیب پایا گیا تھا جس میں ہز اکسلنسی نے اعلیٰحضرت بندگانعالی کی شاہانہ اولوالعزمی تدبر اور روشن خیالی کا اعتراف تقریر کرتے ہوئے ان الفاظ میں کیا

"یور ہائینس کے والد محترم کا انتقال کرجانا ہندوستان کیلئے ایک صدمہ عظیم ثابت ہوا ہے۔ یہ لکھنا خوشامد نہیں کہ مرحوم نظام نے اپنے پیچھے آزاد خیالی وفاداری اور تدبر کی ایک زندہ تصویر چھوڑی"

۱۹۱۱ء میں جب دہلی میں ملک معظم کا دربار تاجپوشی منعقد ہوا تو حضرت اقدس و اعلیٰ بھی اس میں شریک تھے اس موقع پر آپ کے ساتھ اس حیثیت سے کہ آپ ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست کے بیدار مغز تاجدار ہیں شایان شان مدارات کیگئی اور آپ کو جی۔ سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب دیا گیا ۱۹۱۲ء میں حضور وائسرائے کی دعوت پر شملہ تشریف لیگئے۔ لیکن چونکہ یہ سفر غیر سرکاری تھا اسلئے وہاں اعلیٰ طبقہ کو باریابی کا موقع ملا

جنگ عظیم کے موقع پر دولت آصفیہ کے اس اقبال مند تاجدار نے حکومت برطانیہ کو جس قدر امداد کی اور ملک کی فلاح و بہبودی میں جس غیر معمولی طور پر حصہ لیا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضور کی بیدار مغزی اور جذبۂ وفاداری سے متاثر ہو کر ۱۹۱۸ء میں حضور پرنور کو "ہز اگزالٹیڈ ہائینس" اور یار وفادار سلطنت کا خطاب دیا گیا۔

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ شاہان آصفیہ کے عہد حکومت میں ان کی رعایا پروری سے دکن بے اندازہ مستفید ہوا لیکن وہ مبارک عہد جس سے حیدرآباد میں زندگی کی نئی روح دوڑ گئی وہ ہمارے آقائے ولی نعمت کا زرین دور ہے۔ اور دو سو سال کے بعد حیدرآباد کو ایسا بیدار مغز تاجدار ملا جس کے ظل عاطفت میں حیدرآباد ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے۔ اعلیٰحضرت بندگانعالی کی تخت نشینی کے بعد ہی سے حیدرآباد کی علمی، معاشرتی اور معاشی ترقیوں کا آغاز ہوتا ہے اور اس قلیل مدت میں اس نے جو غیر معمولی ترقی کر لی ہے اسکی مثال ہندوستانی ریاستیں پیش نہیں کرسکتی۔

حضرت اقدس و اعلیٰ کو ابتدا سے ملکی نظم و نسق کی خاصی واقفیت کرائی گئی لیکن جس وقت آپ تخت نشین ہوئے اسوقت ملک کے جملہ امور آپ کے سامنے آئینہ کی طرح صاف تھے یہی وجہ ہے کہ عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی حیدرآباد نے پلٹا کھایا اور علمی و مادی حیثیتوں سے اسکی ترقی کا آغاز ہوگیا

اعلیٰحضرت بندگانعالی کی نظم و نسق سلطنت میں غیر معمولی محنت اور جانفشانی کا نتیجہ تھا کہ چند ہی سال میں حیدرآباد کی حالت بدل گئی اور صرف اٹھارہ سال کی مدت میں حیدرآباد کہیں سے کہیں پہنچ گیا۔

احیائے علوم فنون میں حضور اقدس و اعلیٰ کی خاص توجہ نے اس جمود کو توڑ دیا جو عرصہ سے حیدرآباد پر چھایا ہوا تھا۔ جامعہ عثمانیہ کے قیام نے دکن کی علمی فضا میں ایک انقلاب پیدا کر دیا جس کے شاندار نتائج آج ہمارے سامنے ہیں۔ غیر زبان کو ذریعہ تعلیم قرار دینا نوجوانوں کی ذہنی ترقیوں میں رکاوٹ پیدا کرنے کے مترادف ہے۔ حضرت اقدس و اعلیٰ نے مادری زبان کو ذریعہ تعلیم قرار دیکر ہندوستان کی جو رہنمائی فرمائی ہے وہ ایسا شاندار کارنامہ ہے کہ حضور بندگانعالی کا نام تا قیامت زندہ رہے گا۔

دور ہمایونی میں باب حکومت کا قیام اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ اعلیٰحضرت بندگانعالی کتنے روشن خیال اور بیدار مغز فرمانروا ہیں آج دنیا کے مہذب ممالک پر نظر ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ ہر ملک میں کسی نہ کسی طریقے سے اسکا عمل درآمد ہے ملک کی فلاح و بہبود کے کسی مسئلہ پر کونسل کے اراکین کا اظہار خیال بہت سے مفید نتائج پیدا کرتا ہے اور اسی پر حضرت اقدس و اعلیٰ کی توجہ اس میں بالکل والدینی ہے۔ غرض اس طرح باب حکومت کے قیام سے حیدرآباد

جس طرح مستفید ہوتا رہا ہے۔

اس موقع پر اتنی گنجائش نہیں کہ عہد عثمانی کے چند برکات کا بھی ذکر کیا جائے۔ ملک کے ہر شعبہ میں بھی سرسری نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ انہیں غیر معمولی ترقی ہوئی ہے آرائش بلدہ کی اسکیم شہر کے حسن و خوبصورتی میں جان ڈال دیگی نظام ساگر کی تعمیر ہو جانے کے بعد ملک کو زرعی حیثیت سے جو فائدے پہنچینگے اسکو بیان کرنے کی ضرورت ہے اس اٹھارہ سالہ مدت میں حیدرآباد نے تعلیمی نقطۂ نظر سے جو ترقی کی ہے وہ نہایت شاندار ہے۔ غرض اس سرچشمۂ فیض سے حیدرآباد سرطرح الامال ہو رہا ہے۔

نواب نظام الملک بہادر آصفجاہ اول کے زمانے سے اب تک شاہان آصفیہ نے دوسری قوام سے جس رواداری کا برتاؤ کیا ہے کسی اور سلطنت میں اسکی نظیر نہیں مل سکتی، حضرت اقدس و اعلیٰ نے اپنے آبا و اجداد کی اس قدیم روایت کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ اسکو اور بھی مستحکم کردیا اس حیثیت سے خاندان آصفیہ کو دنیا کے بڑے بڑے فرمانرواؤں پر فوقیت حاصل ہے ہر مہذب ملک کے قانون میں غیر اقوام کے ساتھ رواداری کے برتاؤ کے متعلق کچھ نہ کچھ ضرور نظر آئے گا لیکن یہ قانون ہی قانون ہوتا ہے اور وقت پر اس چیز کا پورا ہونا بہت کم دیکھا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ حیدرآباد میں ہندو مسلم اتحاد کی جو نظیر قائم ہے وہ نہ صرف دوسری دیسی ریاستوں میں نہیں ملتی بلکہ تاجدار دکن کو آج دنیا میں جو عالمگیر ہمدردی حاصل ہے اس کا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے۔ اعلیٰحضرت بندگانعالی کے حالیہ سفر اسکے شاہد ہیں۔ دہلی میں دو لاکھ انسانوں کا اجتماع اور اعلیٰحضرت کے ساتھ غیر معمولی اظہار عقیدت کے روح پرور مناظر اس بات کو یاد دلاتے ہیں کہ سارے ہندوستانیوں میں اعلیٰحضرت کو کس قدر غیر معمولی ہردلعزیزی حاصل ہے

اعلیٰحضرت کے ان سفروں نے دنیا کو بتادیا کہ تاجدار دکن کی حکومت نہ صرف دکن تک محدود ہے بلکہ اس کے باہر بھی اسکو ہردلعزیزی حاصل ہے دولت آصفیہ اسلامی دنیا کے لئے مایۂ ناز ہے حضرت اقدس و اعلیٰ کی اسلامی ہمدردی کا دامن اس قدر وسیع ہے کہ آج دنیائے اسلام کا ہر گوشہ دولت آصفیہ کے خوان کرم کا ریزہ چیں ہے۔ اعلیٰحضرت بندگانعالی کا مبارک سفر نہ صرف دکن بلکہ دنیائے اسلام کے لئے نہایت شاندار ثابت ہوا اگر اپنی رعایا کی فلاح و بہبود کے لئے یہ تاجدار روپیہ پانی کی طرح بہاتا ہے تو ہندوستان اور بیرون ہندوستان کے ایسے اداروں سے مذہب غافل نہیں ہے جن کا امداد سے بہت اچھے نتائج مرتب ہوسکتے ہیں۔ آج دنیا میں ایسے کتنے ادارے ہوں گے اور کتنے مفلس و غریب ہوں گے جو شاہ دکن کے جود و کرم سے مستفید ہو رہے ہیں۔ حضرت اقدس و اعلیٰ کے فقید المثال کیرکٹر کا اندازہ مشکل ہے عدل و انصاف اور غیر اقوام کے ساتھ رواداری کی اس قدر اچھی مثال کوئی پیش نہیں کرسکتا۔ اعلیٰحضرت ایک طرف زبردست مدبر ہیں، کامیاب فرمانروا ہیں تو دوسری طرف فارسی اور اردو کے زبردست شاعر۔ سادگی معاشرت اور مذہبی امور کی پابندی دیکھنے والے کو حیرت میں ڈالدیتی ہے امور سلطنت میں غیر معمولی انہماک سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ بہبودیٔ خلق کا حضور کو رات دن کس قدر خیال ہے۔

بہرحال یہی وہ چیزیں ہیں جنکی وجہ سے آج ہمارے آقائے ولی نعمت کی ہردلعزیزی کا ڈنکا ساری دنیا میں بج رہا ہے

آج ہم اپنے بادشاہ جمجاہ کی پچاسویں سالگرہ منا رہے ہیں اور ہمارے قلوب مسرت و شادمانی سے معمور ہیں کہ اس کا اظہار الفاظ میں نہیں کیا جاسکتا دعا ہے کہ خدائے قدیر ہمارے آقائے ولی نعمت کے عمر و اقبال میں ترقی دے اور دکن اس بیدار مغز فرمانروا کے ظل عاطفت میں مدتوں فیض کام رہے۔

جشن سالگرہ مبارک

از جناب منظور حسین صاحب ماہر قادری

ابر نشاط کی قسم وقت سرور آگیا — چھیڑ کے ساز آرزو دل کوئی گدگدا گیا
واہ رے ضو فشانیاں چاند بھی جھلملا گیا — اوڑھ کے چادر سحر کون یہ مسکرا گیا
وجد میں ہے کلی کلی لب پہ ہے نعرۂ خوشی — مژدہ چمن کے ساکنو دور بہار آگیا
کیفیت سرور میں ڈوب گیا سکون دل — ہوش کی [illegible] روح کو وجد آگیا
آگئی بزم ناز میں حسن نیاز کی جھلک — آج یہ حسن و عشق کو کون گلے ملا گیا
ساعت انبساط ہے وقت ہے ابتہاج کا — خوش ہو دکن کی سرزمیں ابر سرور چھا گیا
آج دکن کے شاہ کی سالگرہ کا جشن ہے — کیفیت نشاط کا راز سمجھ میں آگیا

اعلیٰحضرت خسرو دکن کا شاندار نظم و نسق

از مولوی عبدالمجید صاحب صدیقی ایم۔ اے ال ال بی مددگار پروفیسر تاریخ جامعہ عثمانیہ

دور حاضر سلطنت حیدرآباد کا زرین دور ہے کہ اس میں اعلیٰحضرت خسرو دکن کے بلند پایہ نظم و نسق کی بدولت ہمارا ملک ترقی کی اعلیٰ منزلیں طے کر رہا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جو اپنی تمدنی، علمی، معاشی اور معاشرتی ترقیوں کے اعتبار سے صدیوں کے بعد حیدرآباد کو نصیب ہوا ہے اور اس کو حیدرآباد کی معراج ترقی کہنا بیجا نہیں ہے آج سلطنت آصفیہ کے قیام کے بعد سے دو سو سال کا عرصہ ہوتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بیشتر سلاطین آصفیہ کی مخلصانہ رعایا پروری سے ملک وقتاً فوقتاً مستفید ہوتا رہا ہے اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ زمانہ حال نے اعلیٰحضرت خسرو دکن کی حکیمانہ سیاست سے جو فایدہ اٹھایا ہے اس کی پہلی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ نظم و نسق کے ہر شعبہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰحضرت کو نظم و نسق کی خداداد قابلیت حاصل ہے اور اس کے ساتھ اعلیٰحضرت کی علمیت اس قابلیت کو دوبالا کر دیتی ہے۔ اس بارے میں یہ مبالغہ نہیں ہو سکتا کہ اعلیٰحضرت کی علمی قابلیت نہ صرف بیشتر سلاطین آصفیہ بلکہ موجودہ دوسرے ہند سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ اعلیٰحضرت کو نہ صرف قدیم مشرقی علوم و فنون میں مہارت تامہ حاصل ہے بلکہ مغربی معلومات پر بھی کافی دستگاہ ہے نظم و نسق کی خداداد قابلیت اور غیر معمولی علمیت کا اعلیٰحضرت کی ذات ستودہ صفات میں جمع ہونا دور حاضر کا ایک عظیم الشان واقعہ ہے۔

اور اس کے نتائج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور یہ حیدرآباد کا شاندار نظم و نسق سے ظاہر ہے۔ اور جب سے اعلیٰحضرت خسرو دکن سریر آرائے سلطنت ہوئے ہیں اٹھارہ سال کے دوران میں حیدرآباد نے مادی اور علمی حیثیت سے وہ پلٹا کھایا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے حیدرآباد کو آج سے اٹھارہ سال پہلے دیکھا ہے حیرت کرتے ہیں اور جدید حیدرآباد کو مشکل سے پہچانتے ہیں۔

ہر ایک ملک کے کامیاب نظم و نسق کے لیے تین امور کی ضرورت ہے ایک فرمانروائے ملک اس قدر بیدار مغز ہو کہ ملک کے ہر جزو و کل اور طول و عرض سے کافی واقفیت رکھے۔ ملک کے تمام طبقات اور ذرائع ترقی اس سے انہوں کے سامنے ہوں اور وہ حسب ضرورت اور موقع سے کام لیکر انہیں ترقی دے۔ اس خصوص میں اعلیٰحضرت کو جو امتیاز حاصل ہے اس پر حیدرآباد اور اہل حیدرآباد کو ناز کرنا چاہئے۔ یہ چیز ایسی ہے کہ دنیا میں کوئی شخصیت آج اعلیٰحضرت کی برابری نہیں کر سکتی اعلیٰحضرت کو ملک کے ہر جزو و کل سے کافی واقفیت حاصل ہے جن لوگوں کو اعلیٰحضرت کی ہم کلامی کی عزت حاصل ہوئی ہے وہ اعلیٰحضرت کے معلومات اور بیدار مغزی سے متحیر ہو جاتے ہیں۔ جو چیز کہ دوسروں کے حاشیہ خیال میں نہیں ہوتی وہ پہلے خسرو دکن کو معلوم ہوتی ہے۔

اور اس طریقہ سے ملک کے ہر شعبہ میں اعلیٰحضرت کی رسائی ہوتی ہے اور اس بیدار مغزی سے نہ صرف یہ کہ کوئی بے قاعدگی نہیں ہونے پاتی بلکہ ہر وقت ایک نئی ترقی عمل میں آتی ہے اور تمام چھپے ہوئے ذرائع کام میں لائے جاتے ہیں۔ سر علی امام کی علحدگی کے وقت اعلیٰحضرت نے جو الفاظ ظاہر فرمائے وہ حرف بحرف اس حقیقت کی ترجمانی کرتے ہیں کہ صدر اعظم کے نہ ہونے سے امور سلطنت میں کیا فرق آ سکتا ہے جبکہ خود رئیس وقت امور مملکت میں بیدار مغزی کے ساتھ دلچسپی لیتا ہے اور کوئی چیز اس کی نظر سے اوجھل نہیں ہوتی۔

دوسری چیز یہ ہے کہ فرمانروائے وقت ملک کے نظم و نسق میں ہمیشہ زمانہ کی رفتار کو مدنظر رکھتے ہیں۔ ... پر کاربند ہونا کسی ملک کی ترقی کا ضامن نہیں ہو سکتا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ملک کے نظم و نسق کو ہمیشہ اسی طرف پھیرنا چاہئے جس کا زمانہ حال مقتضی ہے۔ فرمانروائے ملک کی حالت ایک ناخدا کی سی ہوتی ہے جو سمندر کی حالت کو مدنظر رکھکر جہاز رانی کرتا ہے چونکہ اعلیٰحضرت خسرو دکن کو مغربی معلومات پر کافی دستگاہ حاصل ہے اس کا یہ نتیجہ ہے کہ اعلیٰحضرت نے ہمیشہ حیدرآباد کو زمانہ حال کی شاہراہ ترقی پر ڈال لینے کی کوشش فرمائی ہر قسم کی جدید ترقی کا خیر مقدم کیا گیا۔ مادی

اور علمی ترقیوں کے ہر اسلوب کو بدریغ اختیار کیا گیا۔ بہی خواہان ملک نے علمی اور مادی ترقی کے جو تجاویز اعلحضرت کے سامنے پیش کیے ان کو اعلحضرت نے خوشی سے منظور کیا اور یہ کبھی نہیں دیکھا کہ اس میں کس قدر روپیہ صرف ہوگا۔ ملک کی علمی اور مادی ترقی کے لیے لاکھوں روپیے پانی کی طرح بہائے گئے جس کا کوئی دیسی ریاست مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ان ترقیوں کے چند نمونے ناظرین کی دلچسپی کے لیے ذیل میں درج کئے جائیں گے

میری ضروری چیز ... فرمانروا ... ملک کی امور سلطنت میں کافی محنت اور عرق ریزی اور قابلیتوں کے ساتھ محنت اور جانفشانی کی کمی ہو تو ان قابلیتوں سے ملک کو کوئی فایدہ نہیں پہونچ سکتا جب تک فرمانروا ... ملک نظم و نسق مملکت میں کافی محنت اور جانفشانی سے کام نہ لے ملک کی ترقی ممکن نہیں۔ شہنشاہ جہانگیر نے کہا ہے کہ میں صرف تین گھنٹے سویا ہوں اور باقی وقت میں رعایا کے معاملات کے انصرام اور دادرسی میں صرف کیا ہوں اعلحضرت خسرو دکن اس کی دوسری مثال ہیں۔ آج اکو دنیا تسلیم کرتی ہے کہ اعلحضرت کو نظم و نسق مملکت سے جو غیر معمولی شغف حاصل ہے ہندوستان کا کوئی فرمانروا اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ اعلحضرت کو سوائے نظم و نسق کے کوئی دوسرا شغلہ نہیں۔

ہندوستان کے دوسرے رئیس دیسی ریاستوں سے مہینوں غائب رہتے ہیں اور اپنی ریاست سے بے خبر رہتے ہیں لیکن اعلحضرت خسرو دکن دن رات امور سلطنت میں مصروف رہتے ہیں اور عرق ریزی فرماتے ہیں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ رات دن کا کثیر وقت امور سلطنت کے بت و کشاد میں صرف ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود اگرچہ بیشمار کارروائیوں کا انصرام درپیش ہوتا ہے ہر کلی و جزی چیز کا بغور مطالعہ فرمایا جاتا ہے اور کافی جانچ پڑتال کے بعد احکام صادر فرمائے جاتے ہیں یہ کبھی نہیں ہوا کہ تحت کی پیش کی ہوئی کسی کارروائی کو بغیر ملاحظہ فرمائے سرسری نظر سے واپس کر دیا گیا بلکہ اعلحضرت نے تحت کے اختلاف عمل کی بارہا گرفت فرمائی ہے اور حیرت کی بات ہے کہ اعلحضرت کو برسوں کی کارروائیاں جن سے تحت کے کام کرنے والوں کے دماغ عاجز ہو جاتے ہیں یاد رہتی ہیں۔

دور حاضر کے نظم و نسق کے سلسلہ میں سب سے اہم چیز باب حکومت کا قیام ہے اس کا حیدرآباد کی اہم ترقیات میں شمار ہونا چاہیے۔ متمدن دنیا میں ہر جگہ یہ ہوتا ہے کہ جو عہدہ دار سلطنت کے بت و کشاد میں حصہ لیتے ہیں وہ محض اپنی صوابدید سے کام نہیں کرتے ایک دماغ دوسروں کی شرکت بغیر ... گتھیاں نہیں سلجھا سکتا۔ اس لیے جس طرح قانون سازی اجتماع سے ہوتی ہے اسی طرح عاملانہ فرائض بھی اجتماع سے پورے کیے جاتے ہیں۔ تمام عاملانہ عہدہ دار امور سلطنت کو اپنے متحدہ مشورہ سے طے کرتے ہیں اور یہی نظم و نسق کی کامیابی کا راز ہے چنانچہ ہر متمدن ملک میں ایک مجلس وزراء پائی جاتی ہے گو ان کے نام جداگانہ ہیں لیکن اپنی نوعیت اور ساخت کے اعتبار سے سب یکساں ہیں۔

اس چیز کو مد نظر رکھکر حضرت خسرو دکن نے معین المہام کے پرانے سلسلہ کو توڑ کر باب حکومت کی بنیاد ڈالی تاکہ سلطنت کے اہم امور باہم مشورہ سے طے ہوں اور ملک کو نمایاں فایدہ پہونچے حیدرآباد کے موجودہ حالات اور ترقیاں ظاہر کرتی ہیں کہ اس جدید نظام عمل سے ملک کے نظم و نسق کی کل نیابت خوش اسلوبی سے چل رہی ہے۔ جن چیزوں کو ایک دماغ حل نہیں کر سکتا وہ متحدہ قابلیت سے حل ہو جاتی ہیں اور کامیاب ہوتی ہیں۔ اور اس پر بھی کوئی مسئلہ رہ جاتا تو اعلحضرت بنفس نفیس غور فرماتے ہیں اور افراط تفریط سے اسکو صحیح مطلب بناتے ہیں

نظم و نسق کا دوسرا شاندار نتیجہ جامعہ عثمانیہ کا مقالمہ ہے جو نہ صرف حیدرآباد کے لیے بیحد مفید ثابت ہوا بلکہ تمام ہندوستان کے لیے ایک شمع ہدایت کا کام دے رہا ہے ذریعہ تعلیم مادری زبان قرار دے کر جامعہ عثمانیہ نے ایک حقیقت کو بے نقاب کیا ہے کہ کسی قوم کو صحیح تعلیم اور ترقی غیر زبان میں نہیں ہو سکی اور چنانچہ ہندوستان کے مختلف گوشوں سے اس کا خیر مقدم ہو رہا ہے اور آئندہ ہو کر رہے گا۔ جامعہ کے نتائج سے حیدرآباد کی علمی جدوجہد میں جو انقلاب رونما ہو اور جو کامیاب نتائج منظر عام پر آئی ہیں وہ کسی سے چھپی ہوئی نہیں ہیں اور یہ چیز غیر زبان کی تعلیم سے کبھی پیدا نہیں ہو سکتی تھی۔ حیدرآباد سے لیکر تمام ہندوستان پر اعلحضرت خسرو دکن کا احسان ہے کہ اس عہد جدید کو غیر زبان کے نتیجہ سے آزاد کر دیا گیا آج تقریباً ۱۶ لاکھ روپیے جامعہ کے مصارف میں صرف ہو رہے ہیں جس کی دوسری ریاست خیال بھی نہیں کر سکتی

مادی ترقیات کے سلسلہ میں سب سے پہلے آبپاشی کے ان عظیم الشان وسایل کا ذکر کرنا ضروری ہوگا جو اس دور میں اختیار کیے گئے اس مبارک نظم و نسق نے آبپاشی کے مسئلہ پر خاص توجہ کی اور سرمایہ روپیہ صرف کرنے میں دریغ نہیں کیا تاکہ ملکی زراعت میں ترقی ہو ریاست کے اندر جہاں پانی جمع کرنے کے بہترین موقعے تھے وہ سب جہاں

بنے گئے اور کروڑوں روپیے کے صرفہ سے وہاں تالاب بنائے گئے اور بنائے جارہے ہیں۔ عثمان ساگر اور حمایت ساگر مکمل ہوکر عرصہ ہوا جن میں کئی کروڑ روپیے صرف ہوچکے ہیں نظام ساگر جو زیر تعمیر ہے اس میں تین کروڑ روپیہ سے زیادہ کا اندازہ کیا گیا ہے یہ زراعت کے بہت بڑے رقبہ کو سیراب کرے گا اس سے ملک کو جو فایدہ ہونچے گا وہ ظاہر ہے اس کے علاوہ اور بہت سے تالاب زیر غور ہیں۔

اس بات کو کوئی شخص فراموش نہیں کرسکتا کہ اس مبارک دور میں کتنی پبلک عمارتیں بنائی گیئں۔ جن سے حیدرآباد خالی تھا حیدرآباد میں ایسی پبلک عمارت کا نہونا بہت افسوس ناک بات تھی بعدالت عالیہ ایک چھوٹے سے مکان میں قید تھی تو دوسرے دفاتر کا کیا ذکر ہوسکتا ہے۔ حالیہ نظم ونسق نے اسکی کمی محسوس کیا اور لاکھوں روپیے منظور کیے تاکہ حیدرآباد میں دیدہ زیب عمارتیں کھڑے ہوجائیں اور ملک کی رونق بڑہے دوسری عمارتوں کے ساتھ جو بن رہی ہیں اور زیر غور ہیں جامعہ کی عمارت کے داغ بیل بھی پڑرہی ہے جو قریب میں مکمل ہوجائے گی۔

آرائش بلدہ وقیام بھی اعلیحضرت خسرو دکن کے شاندار نظم ونسق کا نتیجہ ہے حیدرآباد کو ہندوستان کے ایک بہت بڑے شہر ہونیکا فخر حاصل ہے لیکن اسکی ظاہری حالت سڑکوں کی تنگی اور عمارتوں کی بے رونقی حیدرآباد کو منزلت سے گرادیتی تھی اور اس بات کی ضرورت محسوس ہوتی تھی کہ آرائش وزیبائش میں حیدرآباد کو ہندوستان کے بڑے شہروں کا ہمپلہ ہونا چاہیے چنانچہ اعلیحضرت کے نظم ونسق نے اسطرف بھی توجہ فرمائی اور آج خدا کے فضل سے شہر کے ہر گلی کوچہ میں آرائش کا ہاتھ نظر آرہا ہے خوشنما عمارتیں کھڑے کی گیئں سڑکوں کو کشادہ کیا گیا اور شوارع پختہ کیئے گئے جو نہ صرف گرد سے محفوظ بلکہ آمدورفت کے لیے بہت آرام دہ ہوگئے اور وہ دن دور نہیں کہ حیدرآباد اپنی منزلت کے ۴

۴ اعتبار سے ہندوستان کے بڑے شہروں کا ہمپلہ ہوجائے گا۔ غرض یہ وہ عظیم الشان دور ہے کہ اگر تاریخ میں اسکا اندراج نہ بھی ہو تو یہ ترقیات خود صدیوں تک آنے والی نسلوں کو اپنی داستان سنائے بغیر نہیں رہ سکتیں اور اعلیحضرت خسرو دکن کا نام نامی ابدالآباد تک یادگار رہے گا فقط۔

قطعۂ تہنیت جشن سالگرہ مبارک

از نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل

گرہ کا جشن بھی ہے موسم بہار بھی ہے
صدائے چنگ بھی ہے نغمۂ ہزار بھی ہے

شمیم گل کا جو سرمایہ ہاتھ آیا ہے
نسیم عطر فشاں بھی ہے مشکبار بھی ہے

مئے نشاط کا اس دور کامرانی میں
نیا اثر ہے کہ ہر مست ہوشیار بھی ہے

ہوائے موسم گل سے بچا نہیں کوئی
جو دن کو شیخ ہے وہ شب کو بادہ خوار بھی ہے

اگرچہ زہد پہ زاہد کو ناز ہے لیکن
رہین منت صہبائے خوشگوار بھی ہے

یہ اسکی سالگرہ کی ہے جلوہ آرائی
جو شہریار بھی ہے فخر روزگار بھی ہے

حیات خضر دے اللہ شاہ عثماں کو
جلیل جسکا دعاگو ہے جاں نثار بھی ہے

خسرو دکن کی فارسی شاعری

از جناب محمد عبدالقیوم خان صاحب باقی ایم اے (عثمانیہ) مدیر مجلہ عثمانیہ خلف مولوی محمد احمد رضا صاحب مانی مرحوم سابق معتمد کمیٹی صرف خاص مبارک

دنیا کی بڑی عظمت یہ ہے کہ انسان میں علم و عمل کی ہم آہنگی ہو اور خسرو دکن کے شاعرانہ مشاغل سے اس امر کا کافی ثبوت ملتا ہے۔ حیدرآباد کی تاریخ میں دور عثمانی کا زریں کارنامہ علم کی ترقی اور اشاعت ہے اور ظاہر ہے کہ اس ترقی اور اشاعت کا سرچشمہ سلطان العلوم اعلیحضرت حضور پرنور کی ذات اقدس ہے علاوہ ازیں خود بادشاہ دکن اپنے علم کے بہترین عملی مظہر ہیں اور اس کی روشن مثال آپ کی شاعری ہے۔

شاعری اکثر بادشاہوں کا مشغلہ رہا ہے لیکن بہت کم بادشاہ ایسے ہیں جنہوں نے دنیا میں اس کے غیر فانی اثرات چھوڑے ہوں عام طور پر بادشاہ کی حیثیت مافوق اور جامع الصفات ہوتی ہے اور اپنے اندر اس عہد کی جملہ علمی و عملی ترقیوں کو پنہاں رکھتی ہے یا کم از کم یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ ترقیاں اس کی ایک ذات کے ساتھ وابستہ ہیں اس جامعیت کے قطع نظر اگر بادشاہ کی ذات اور اس کے کارناموں پر نظر ڈالی جاتی ہے تو بادشاہ علماً اس درجہ پر نہیں معلوم ہوتا جس پر اس کے واقعات متعلقہ اس کو پیش کرتے ہیں۔

خسرو دکن کی فارسی شاعری اور اس کی اہمیت پر نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف اس جلیل القدر بادشاہ کے کلام میں چند الہی عناصر ایسے موجود ہیں جو اس کو غیر فانی بنا دینے کے کفیل ہیں، دوسری طرف خود اس کی ذات اس علمی شغف اور سرپرستی کا آئینہ بھی [illegible] کیلئے لازوال شہرت کا باعث ہے۔

موجودہ زمانہ میں انگریزی کی گرم بازاری اور اردو زبان کی روز افزوں ترقی پر نظر رکھتے ہوئے یہ خیال کرنا بعید از صحت نہیں معلوم ہوتا کہ فارسی زبان کی قدر و منزلت اس کی ترقی و اشاعت اس قدر وسیع نہیں جس کی وہ مستحق ہے اس کے باوجود دیکھا گیا ہے کہ ان اولوالعزم شعرائے جن کو قدرت کی طرف سے صحیح شاعرانہ ذوق، اعلیٰ ادبی قابلیت اور وسعت نظر عطا ہوئی ہے فارسی کو زیادہ پسند کیا ہے مثلاً غالب اور اقبال۔ اصولاً دیکھا جائے تو فارسی زبان میں جو برسوں شاہانہ زبان رہ چکی ہے جس کو سعدی، رومی، حافظ، خاقانی، اور عرفی جیسی ہستیوں نے اپنے نفوس قدسیہ اور سحر انگیز طبائع سے معراج کمال پر پہونچا دیا ہے بہ نسبت اردو کے زیادہ وسعت، شیرینی، دلآویزی اور سرمایہ موجود ہے اور ظاہر ہے کہ اعلیٰ شاعری کیلئے اسی قسم کی زبان کی ضرورت ہے فارسی کو دیکھکر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ شاعری ہی کیلئے پیدا ہوئی ہے۔ لہذا اعلیحضرت خسرو دکن کا اپنی شاعری کیلئے فارسی کو اختیار کرنا ادبی وسعت نظر اور اعلیٰ مذاق شاعری کو ظاہر کرتا ہے اور نقادان سخن اس انتخاب کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

حسن انتخاب کی طرح اعلیحضرت حضور پرنور کی شاعری فی نفسہ اپنا ایک لطیف حسن رکھتی ہے اور اس حسن کے مختلف پہلو اور جلوے ہیں یہ جلوے جدا کر کے اوپر کہا گیا ہے در اصل وہ جواہر ہیں جن کو ابدی درخشندگی حاصل ہے۔

اعلیحضرت کی شاعری کی پہلی نمایاں خصوصیت مذہبی رنگ یعنی امور ایمان و ایقان کے ساتھ دلریز تخیلات ہیں۔ دنیا میں انسان کے لئے سب سے زیادہ عزیز، سب سے زیادہ قابل قدر اور سب سے زیادہ اہم چیز مذہب ہے اور ہونا بھی چاہئے۔ یہ بادی النظر میں ایک پرانا خیال معلوم ہوگا لیکن موجودہ زمانہ میں جب کہ مادیت کی فضا تاریک ہو کر روحانیت کی شعاعیں مستغرق ہو رہی ہے عالم (خصوصاً یورپ میں) اچک رہی ہیں لیکن یہ خیال اپنے اندر حیات انسان کی اعلیٰ ترین تکمیل اور معراج کا فلسفہ پنہاں رکھے ہوئے معلوم ہوتا ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے اس فلسفہ کی وہ سادہ اور دلفریب صورتیں جو ہر انسانی قلب کیلئے عام اور ایوان رحمت کا خوان یغما بن جاسکتی ہیں خسرو دکن کے فارسی کلام میں نمایاں طور پر موجود ہیں۔

ایک بادشاہ کی پرشوکت سوانح زندگی اور باقبال ماحول جس کی آغوش میں شان و شوکت، دولت و عزت، ثروت و حکومت اس طرح کھیلتی ہیں جس طرح سطح سمندر پر موجیں ایک زبردست اثرات ہیں جو اسکی نفسیات اور فطرت پر اپنے اثرات ڈالے بغیر نہیں رہ سکتے خصوصاً جبکہ بادشاہ اپنی ایزدی و [illegible] مدنظر

خصوصیات بشری یعنی دماغی اور قلبی تاثرات سے معرا نہیں ہے، لیکن ان نفسانی تاثرات کے باوجود اس کے قلب و دماغ پر خدا کی عظمت و جلال رسول کی محبت اور تعظیم اور مذہبی اصول و نظریات کی وقعت کا فطری طور پر مسلط ہونا اور ان تاثرات کا اس کی شاعری میں پرجوش اور عقیدتمندانہ اظہار ہونا، عظمت انسانی کی اعلیٰ صفات، اور سعادت ہستی کی روشن مثال کو پیش کرتا ہے جس سے ہر انسان کو سبق سیکھنا چاہیئے۔

حمد اور نعت لکھنا جس طرح کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے آسان کام نہیں ہے حمد خدا کیلئے ہے جو کائنات کی افضل ترین ہستی خود انسان کا خالق اور اس کی فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔ اور نعت اس کے رسول کے لئے ہے جو ایک طرف خدا سے واصل دوسری طرف مخلوق میں شامل اور الٰہی تجلیات و کمالات کا اکمل ترین مرقع ہے۔ انسان ان پر خامہ فرسائی کرنے میں یہ کوشش کرتا ہے کہ تا امکان وہ اپنا تقرب پروازِ تخیل کے ذریعہ ظاہر کرے۔ یہ ماوبیت کا راستہ ہے دوسری طرف شاعر اپنے دل اور قلب کی طرف رجوع ہوتا ہے جو انوار الٰہی کا مرکز اور مطلع ہے اور شاعری کے ذریعہ ان جذبات کو ظاہر کرتا ہے جو اپنی عمیق ترین صورت میں تصوف اور خالص روحانیت کا رنگ اختیار کرتے ہیں اور باقی دوسری صورتوں میں ایمان بالغیب اور اعتقاد سلیم کی سادہ اور دلفریب شکل میں ظہور پذیر ہوکے ہیں۔ اصولی نقطۂ نظر سے اول الذکر کا رتبہ اول ہے اور عملی تمام افادیت کے نقطۂ نظر سے آخر الذکر کا۔ اعلیٰ حضرت کی شاعری میں دونوں اجزاء پائے جاتے ہیں اور جزو آخر نمایاں اور وسیع ہے۔

عظمت رسول کے سبق فرماتے ہیں

۳۸؎ اساس منزل ہستی ز تو بپا کردند
کہ ذات پاک ترا شمع رہنما کردند

* خشم رافضل خزاں خستہ و پر خون کردہ
باز گل جام پر از بادۂ گلگوں کردہ
بود عثمان ز بتاں تیرہ و تاریک جہاں
نور حق آمد و آں راہمہ وا ژوں کردہ

یہ شعر بادشاہ کے قلم سے نکل کر کس مرتبہ پر پہونچ جاتا ہے۔

۳۹؎ سبزہ بر پائے احمد سر کہ پائی صد وفا اینجا
زر اینجا گوہر اینجا حشمت اینجا افتخار اینجا

سرورکونین کی محبت سے ست ہوکر فرمایا ہے

سوئے نجد آمد کسے بر ناقۂ
زلف واکردہ چو مشکین نافۂ
مثل برق آورد اے عثماں صبا
از کف جاناں مبارک نامۂ

کیا یہ محبت رسول کی عاقبت نا بخوشی در بکار نہیں ہے۔

۴۰؎ درد دل را اگر دوائی یا حبیب
چوں درون دل نہانی یا حبیب

۴۱؎ تو شہنشاہ عرب ہستی و من
لیس غیرہم لیس غیرہم کس غریب

عشق کو مذہب کے اندر درجۂ اول حاصل ہے اور اگر مذہبی حدود سے ہٹ کر بھی دیکھا جائے تو عشق نے نفسیات اور حیات انسانی کے گوشے گوشے پر اپنا تسلط جما دیا ہے عشق دو قسم کا سمجھا جاتا ہے، عشق حقیقی اور عشق مجازی اور یہ کہا جاتا ہے کہ عشق مجازی عشق حقیقی کا آستان اولین ہے، لیکن یہ درست نہیں عشق اگر فطری، غیر اختیاری جذبے کی صورت میں اپنی اصلی صداقت کے ساتھ موجود ہو تو معشوق خواہ وہ مادی ہو یا غیر مادی ابتدا ہی سے حقیقت بن جاتا ہے رہا یہ کہ عشق کو ایک اختیاری جذبہ سمجھ کر عمداً اس کو کسی ایک مرکز کی طرف موڑ دینا راقم کے نزدیک محبت نہیں پاسنگ کے الفاظ میں عشق بے شفقت نہیں بلکہ ایک یگانگت ہے جس کیلئے شفقت درکار ہو۔

عشق کی بہترین تعریف صوفیا نے کی ہے اور ان کے ارشادات کا بہترین مظہر شاعری ہی ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ عشق صوفیا ہی تک محدود ہے اس کے عناصر شعرا بھی رہے ہیں اور ایک خاص کیفیت کے ساتھ رہے ہیں جب اعلیٰ حضرت کی فارسی شاعری پر نظر ڈالی جاتی ہے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ آپ نے شعر میں نہ صرف اپنے مذہبی جذبہ کو ظاہر فرمایا ہے بلکہ اس جذبہ کے نمایاں عنصر عشق و جذبات کو بھی پر لطف شعر کا لباس پہنایا ہے جو آپ کی شاعری کا درخشاں جوہر ہے۔

۴۲؎ ز داغ عشق سر و سینہ گلزار خیاں دارم
گل اینجا لالہ اینجا سنبل اینجا نوبہار اینجا

مذہبی رنگ میں ڈوب کر تصوف کی پاکیزہ چاشنی اس طرح دی ہے۔

۴۳؎ بہ جام حسن ازل ریختند بادۂ عشق
بہ شیشہ جمع ہم دردو ہم صفا کردند
ز نور حسن نہ گنجید در قبائے دو کون
مگر بسینۂ ایں خستہ جاں کہ جا کردند

خالق حقیقی اور صانع ازل کے گوناگون

۳۸؎ جریدہ غیر معمولی، الجزو خاص ۵ ۲ امرداد ۱۳۳۲ ف صفحہ (۲۲۱) - (۲۲۳) ۳۹؎ "صبح دکن" روزانہ ۱۰ نومبر ۱۹۲۹ء
۴۰؎ "صبح دکن" روزانہ ۳ نومبر ۱۹۲۹ء - ۴۱؎ جریدہ غیر معمولی غرہ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ
۴۲؎ جریدہ غیر معمولی ۵ ۲ امرداد ۱۳۳۶ ف - ۴۳؎ جریدہ غیر معمولی ۷ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ

کمالات کی جھلک کو اس طرح دکھایا ہے۔
سہ۱ آفریں بر صنعت بے مثل نقاش ازل
صورت زیبا ز جنس خاک می آید برون
عید کی خوشی تک بھی مذہبی رنگ آمیزی
سے شروع ہوئی ہے۔
سہ۲ مسرت عید از کلام پاک می آید برون
وز حدیث صاحب لولاک می آید بدل

نیچرل شاعری

علمی اور اصولی نقطۂ نظر سے نیچرل شاعری یا اس قسم کی شاعری جس میں مشاہدۂ فطرت اور مطالعۂ کائنات کے کیف انگیز جذبات موجود ہوں فن شاعری کی حد تک ایک خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ انگریزی شاعری کیلئے بالخصوص اور مغربی شاعری کیلئے بالعموم بیان کا معراج کمال بن گئی ہے وجہ یہ ہے کہ شاعری کا اہم ترین مقصد حسن اور حقیقت کی تلاش ہے اور کائنات کے حسین مناظر مثلاً باغ، گل، بلبل، آفتاب و ماہتاب ان کے طلوع و غروب، صاعقہ اور شفق انجم و آسمان، قوس قزح، سبزہ وادیان سبزہ، نسیم دلکشا، نغمائے سرود وغیرہ چونکہ حسین اور ایک حقیقت ہوتے ہیں شاعر کی آنکھ اور حواس ان کو دیکھتے محسوس کرتے ان کو سمجھتے ہیں اور وہ ان سے فائدہ اٹھاکر شاعر اپنی شاعری کیلئے ایک موثر اور مفرح مواد جمع کرتا ہے۔ مشرق میں نیچرل شاعری کا ایک اور مفہوم ہے جسکو مولوی حالی نے بیان کیا ہے یعنے کلام میں فطرتی جذبات نگاری، سادگی بیان، اور تاثیر قلبی کا موجود ہونا۔ عربوں کی قدیم شاعری اسی قسم کی تھی۔ فارسی میں دیگر عناصر کی آمیزش کے باوجود اس کا اثر نمایاں رہا لیکن اردو میں عشق و محبت کے مقابلے میں اس نے زبردست شکست کھائی یہاں تک کہ اس کا وجود تقریباً فنا ہوگیا حضور پرنور کے فارسی کلام میں نیچرل رنگ نمایاں طور پر موجود ہے۔

حال کی ایک مرصع غزل میں تین شعر اسی سبیل کے نغمے ہیں۔ کیا مطلع تحریر فرمایا ہے۔

سہ۳ ضبط فریاد کند بلبل نالاں تا کہے
پیچ در پیچ خورد سنبل پیچاں تا کہے!

اس کے بعد

دور مے رانبود حد و نہایت ساقی
گلفشانی کند ایں فصل بہاراں تا کہے؟
نرگس مست کہ باشد بہ کمیں چوں صیاد
رم کند آہوی دل ہمچو غزالاں تا کہے؟

شعریت

مذہب کے بعد ہماری نظر اعلیٰ حضرت کے خالص مشرقی اور شاعرانہ رنگ پر پڑتی ہے جسکو ہم شعریت سے تعبیر کرتے ہیں شعریت کے مفہوم میں راقم نے تین امور کو ملحوظ رکھا ہے اور یہ امور زیادہ تکمیل کے ساتھ مشرقی شاعری تغزل اور شعر میں پائے جاتے ہیں۔ اول شعر میں حقیقی اور غیر حقیقی دو آزاد تصورات کا جو دنیائے تخیل کے دلچسپ مظاہر ہوتے ہیں مختصر اور موثر الفاظ کے ایک قالب میں ڈھل جانا جس کے پڑھنے کے بعد قلب انسانی پر جادو یا طلسمات کا ایک اثر ہوجائے دوم شعر کے دو مصرعوں میں ایک وسیع مضمون اپنی صوری اور معنوی خوبیوں کے ساتھ ادا ہو جانا۔ سوم شعر میں تکمیل جامعیت، موسیقیت اور دلآویزی موجود ہونا۔ شعر کی یہ خوبیاں اس کی نہایت بلند پایہ اور اس کی عمر کو دراز کر دیتی ہیں حضور پرنور کے فارسی کلام میں ایسے جامع اور دلآویز اشعار کی درخشاں مثالیں موجود ہیں۔ ایک تخیلی مضمون کو کس خوبی سے ادا فرمایا ہے

سہ۴ تاک شاید برق می دارد نہاں در خود کہ رو
دخت رز با رنگ آشناک می آید بروں

سہ۵ مایۂ رونق چمن موسم ایں بہار ریں
باعث رنگ انجمن شمع و گل و نگار ریں

سہ۶ دور مے رانبود حد و نہایت ساقی
گلفشانی کند ایں فصل بہاراں تا کہے

خسرو دکن کی فارسی شاعری ایک اور اہم خصوصیت رکھتی ہے اس میں جذبات دل کی فطری بشاشت انبساط و فرحت کے فرحت افزا تخیلات اور وقت کو غنیمت جاننے کی شاعرانہ نصائح موجود ہیں یعنی گویا آپکی شاعری کا روشن حصہ مفرح ہے جسکو انگریزی میں (Optimism) کہتے ہیں اس ساغر سرشار میں کہیں مے خیام کی تجلی ہے تو کہیں صہبائے حافظ کا جوش کہیں سعدی کی گہر افشانی تو کہیں خسرو کی جھلک اس میں ایرانی بہاریہ شاعری اور اس کا فرحت افزا رنگ پایا جاتا ہے کون ہے جو اساتذۂ متذکرہ کے حسب ذیل اشعار کو فراخدلی اور کشادہ پیشانی سے پڑھکر روح و قلب میں جوش، امنگ اور تسکین نہیں محسوس کرتا۔

برخیز و بکن پر ایں پیمانہ ز مے
زاں پیش کہ پر کند پیمانۂ ما (عمر خیام)

سہ۱ جریدہ غیر معمولی ۵ مہر امرداد ۱۳۳۶ف۔ سہ۲ جریدہ غیر معمولی ۵ امرداد ۱۳۳۶ف
سہ۳ صبح دکن روزانہ ۳ مہر آذر ۱۳۳۹ف سہ۴ جریدہ غیر معمولی ۵ امرداد ۱۳۳۶ف
سہ۵ جریدہ غیر معمولی غرہ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ سہ۶ صبح دکن روزانہ ۱۰ نومبر ۱۹۲۹ع

ساقی بنور بادہ برافروز جسام ما
مطرب بگو کہ کار جہاں شد بکام ما (حافظ)

انچہ داری بخور امروز غم دہر مخور
چوں برفردا برسی روزی فردا برسد

اسی طرح حضرت اقدس نے فرمایا ہے۔

۱ جامۂ ہستی بہ پستی پارہ کردن خوش بود
او سگل از دامن صد چاک می آید بروں

جذبۂ انیا ماکے ساتھ اس شعر میں شاعرانہ خوبی اور نزاکت بھی موجود ہے کیا پاکیزہ مصرعہ ہے

روئے گل از دامن صد چاک می آید بروں

آگے فرماتے ہیں۔ ۲

بادہ خور بر چنگ دبر با مغتنم فرصت شمار
کس نمی داند چہ از افلاک می آید بروں

سال نو کی تہنیت سالگرہ کا خیر مقدم یا اپنے مابدولت پر اظہار شکر بھی اسی قیاس اور اسطین قلب کے فرحت افزا اسطلاس ہیں۔ دیکھئے خوش وخرم پر سکون قلب کی آواز کیسی رنگین معلوم ہوتی ہے۔

۳ سال نو آمد وصہبائے کہن در جوش است
ہم صبا نکہت گلہائے طرب بردوش است
وا دلکشونے جو دف و بربط و قانون عثمان
زاہد و عابد وہم شیخ حرم مے نوش است

اس سے مراد شاعر کے وہ خیالات

اخلاقیات

ہیں جو فلسفہ، اخلاق، ترقی، اشکر، قناعت وغیرہ پر مشتمل ہوتے ہیں حضور پُر نور نے نہایت سنجیدگی کے ساتھ بعض مذہبی نکات، اور بعض زندگی کے اخلاقی مسائل کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ اخلاقی شعر بھی بہت دن زندہ رہتا اور شہرت عام حاصل کرتا ہے مثلاً

۴ ناتواں چوں قوم شد برگشتہ شد تقدیر او
علم صیقل می کند ہر ذہن را آئینہ ساں

۵ ذہن صافی چوں بود پیدا بصیرت میشود
در میان نیک و بد خود فرق سازد دیگراں

عمر خیام کا رنگ کس قدر پاکیزگی سے ظاہر فرمایا ہے۔

۶ در خزاں ما آب سادہ می خوریم
در بہاراں صاف بادہ می خوریم
بر زبان عثمان کہ قسام ازل
بہرۂ از ہر چہ دادہ می خوریم

اخلاقی تعلیم کیلئے جذبہ کی صداقت اور اہلیت ضروری ہے اور اس صداقت کا پتہ ہم کو توصیف علم کے اس قطعہ میں ملتا ہے جو حضرت اقدس نے سلطان العلوم کی ذکری کی جشن گنتی کے وقت تحریر فرمایا تھا سلطان العلوم کے متعلق فرماتے ہیں۔

۷ می سزد آرے گسے را ایں خطاب باصواب
کو بود ہم عالم وہم علم وفن را قدر داں

۸ گو بود گنج معالی سربسر بحر کمال
کو بود کان فراست کو بود اسرار داں

۹ ما بدولت راکہ انیاں ہم چناں انگاشتند
از رہ جوش عقیدت از تہ قومی بیکراں

جو بادشاہ حقیقی معنوں میں سلطان العلوم ہو اس کی زبان سے اشعار مندرجہ بالا کس طبعی نیکی، فراست اور روشن ضمیری کو بے نقاب کرتے ہیں چنانچہ ہم تشنہ کامان علم کیلئے حضور پر نور کا یہ پرجوش اور ہمت افزا شعر کام و دہن میں آب حیات کی جرعہ پاشی کرتا ہے۔

۱۰ ہمت مرکوز دلم کیس مرکز علم و عمل
چشمۂ فیض اتم باشد برائے تشنگاں

جیسا کہ ہم نے ابتدا میں کہا خسرو دکن کی فارسی شاعری اپنا ایک لطیف حسن رکھتی ہے اور اس حسن کے مختلف پہلو اور جلوے ہیں ان میں بیش جلووں میں سے ہم نے چند درخشاں نمونے منتخب کر کے ان کو بازار عمل میں لایا ہے ممکن ہے کہ دکن کے اس با اقبال بادشاہ سلطان العلوم کے فارسی کلام میں چند اور گوہر ہائے آبدار ایسے ہوں جن تک راقم کے مفلس ہاتھ اور کمزور دماغ نہ پہونچ سکتے ہوں لیکن اس عقیدتمندانہ تبصرے سے اتنا تو ظاہر ہو سکتا ہے کہ خسرو دکن کی فارسی شاعری، لطیف، مقبول اور شہرت پذیر ہے جس طرح ذات اقدس کے آئینے میں اوصاف کی تجلیاں جھلک رہی ہیں شاعری بھی ایک خاص ندرت اور رنگ کے ساتھ اس کو چار چاند لگا رہی ہے۔ آخر میں دعا ہے کہ خدا آپ کی شاعری کو اس سے زیادہ ترقی اور رونق عطا فرمائے۔

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

ترجمہ
خصوصاً قانونی
و
ٹائپ
اردو و انگریزی
اردو ٹائپ رائٹنگ و شارٹ ہینڈ کا بھی انتظام ہے
حمایت ٹائپ رائٹنگ انسٹی ٹیوٹ
گول بنگلہ حیدر آباد دکن

---

۱ جریدہ غیر معمولی ۵ امرداد ۱۳۳۶ف ۲ جریدہ غیر معمولی ۲۵ امرداد ۱۳۳۶ف
۳ صبح دکن روزانہ ۱۴ نومبر ۱۹۲۹ء ۴ جریدہ غیر معمولی ۸ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ
۵ صبح دکن روزانہ نومبر ۱۹۲۹ء

نشاطِ جشنِ میلادِ حضور است

از علامہ عبداللہ العمادی ناظم مذہبی سررشتہ تالیف و ترجمہ

شرابِ علم و حکمت در وفور است	خطِ جامش ہو اللہ الغفور است
بہ یُمنِ ساقیِ کوثر درین دور	دکن سرجوشِ صہبائے طہور است

دلے با صبح روشن دل بیامیز	اگر ساکت زبانِ شمع طور است
یکے با نفحۂ گل ہمنفس شو	اگر دست بہاراں در قصور است

بتاب اے آفتاب بدر امروز	کہ وحدت بر اُحُد گرمِ ظہور است
برائے مہر ذی النورین کامشب	بتاشیرِ سحر جویائے نور است
زمانے سر برآ اے حیدرآباد	کہ صبحِ صادق از تو در ظہور است
بیا اے جامعہ جام از فلک گیر	کہ در مینا شعاعِ برقِ طور است
ببال اے شعبۂ دار التراجم	کہ روزِ جشنِ میلادِ حضور است

تعالی اللہ شہنشاہِ سخن سنج	کہ نظمش کیف مینائی طہور است
زمین از مطلعش خورشید خاور	جہان از مقدمش دار السرور است
بہ گلشن غنچۂ اخلاص گلریز	بصحرا زمزمہ بر لب طیور است

ز نظمش گوہرِ تابندہ چینند
کہ بحرِ شعر او دریائے نور است

خسرو دکن اور اردو شاعری

از جناب محمد عبدالقادر صاحب سروری ایم اے ال ال بی (عثمانیہ) مدیر مجلہ مکتبہ

عجیب اتفاق ہے کہ اردو زبان کی آفرینش سے لیکر اس وقت بھی، اس کو نہ صرف اکثر علمدوست بادشاہوں کا سایہ عاطفت نصیب ہوا۔ بلکہ ان کے شاہانہ افکار سے بھی وہ مستفید ہوتی رہی۔ دکن میں یہ عجیب اتفاق اور زیادہ اہم صورت اختیار کر لیتا ہے۔ قدیم اردو میں گولکنڈہ کے کئی علم پرست شاہوں کے نام آتے ہیں۔ جنھیں اس زبان کے ساتھ خاص محبت تھی سلطان محمد قلی قطب شاہ (۹۹۸-۱۰۲۰ھ) سلطان محمد قطب شاہ (۱۰۲۰-۱۰۳۵) اور سلطان عبداللہ قطب شاہ کے نام اردو زبان کے ساتھ خاص طور پر مانوس ہیں یہ تینوں اردو زبان کے بڑے عظیم الشان سرپرست اور سب سے بڑھکر یہ کہ خود بھی شاعر تھے۔ یہ تینوں صاحب دیوان ہیں۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ دکن میں معانی تخلص کرتا تھا اور فارسی میں قطب شاہ۔ اس کے دیوان میں بیشتر حصہ اردو اشعار کا ہے دیوان کے مخطوطے کمیاب ہیں گولکنڈہ کے شاہی کتبخانہ کا ایک نفیس مخطوطہ سرکاری کتب خانہ میں موجود ہے اور بعض خانگی کتب خانوں میں بھی کہیں کہیں اس کا ایک ادھ نسخہ باقی ہے۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ کے دیوان کو اس کے بھتیجے اور جانشین محمد قطب شاہ نے مرتب کیا اس نے چھپا کے دیوان کو مرتب کرتے ہوئے اس پر ایک منظوم دیباچہ بھی لکھا۔ جس سے بعض اہم امور پر روشنی پڑتی ہے محمد قلی قطب شاہ کی قادر الکلامی کا ثبوت یہ ہے کہ اس نے دکنی اور فارسی میں پچاس ہزار اشعار کہے۔ نلنگی میں بھی شعر کہا کرتا تھا۔ دیوان کی ترتیب میں محمد قطب شاہ کی خوش اسلوبی ظاہر ہوتی ہے سلطان محمد قلی قطب شاہ کی اردو نظموں کو دیکھکر تعجب ہوتا ہے کہ اس ابتدائی دور میں ایسی صاف اور سلیس زبان وہ کیونکر استعمال کر سکا۔

محمد قطب شاہ کے عہد کے امن و اماں نے اسکو محمد قلی سے بھی زیادہ علمی مشاغل میں منہمک رہنے کا موقع دیا اس نے دو دیوان چھوڑے پورا ایک دیوان اردو اشعار پر مشتمل ہے۔

عبداللہ قطب شاہ کے زمانہ میں گولکنڈہ میں اردو زبان کیلئے سنہرا زمانہ تھا اس نے بھی دو دیوان ایک فارسی اور ایک اردو چھوڑے شاعری میں اس کا پایہ اپنے دونوں پیشروؤں سے بلند ہے۔

گولکنڈہ کا آخری بادشاہ سلطان ابوالحسن تاناشاہ (۱۰۸۳-۱۰۹۸ھ) بھی کم رتبہ کا شاعر نہیں تھا۔ اس کا بیان ہے کہ اس نے بھی کچھ نظموں کا مجموعہ چھپوایا تاہم اس کے شاعر ہونے میں شبہ نہیں اس کے چیدہ چیدہ اشعار نظر ملجاتے ہیں

غرض اسی مختصر سی تنقیح آمیز سے اس امر کا ایک سرسری اندازہ قایم ہوجاتا ہے کہ اردو شاعری دکنی بادشاہوں کے پاس بڑی مقبول رہی ہے اس کا واضح ثبوت اس کے اولین دور میں بھی تذکرہ بالا شاہوں کا اس زبان میں فکر سخن کرنا ہے۔ حالانکہ شمالی ہند میں عرصہ تک اردو شاعری کو لوگ اپنی ادبی مساعی کا واحد ذریعہ بنانے سے پرہیز کرتے تھے۔ کیونکہ اس نوزائیدہ زبان کو کسی حال میں بھی وہ اپنے قدیم واسطہ خیال یعنی فارسی زبان کی جگہ نہیں دیسکتے تھے۔

مقامی ماحول روایات اور اثرات دنیا کی مہتم بالشان ہستیوں پر بھی اپنا سکہ جمائے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اسلئے کوئی تعجب نہیں کہ آصفجاہی بادشاہ جن کی زمین قطب شاہی عادل شاہی اور دوسرے علمدوست بادشاہوں کے کارنامے تھے اردو زبان کے ساتھ غیر معمولی انس رکھتے تھے۔ آصفجاہی بادشاہوں کی حکومت کا مقابلۃً پر امن زمانہ (۱۸۵۷) کی ہلچل کے فرو ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ سب سے پہلے آصفجاہی بادشاہ جنکو اس امن سے مستفید ہونے کا پورا پورا موقع ملا۔ مرحوم اعلیحضرت نواب میر محبوب علیخاں غفران مکان تھے آپ کے

ذاتی محاسن اور علمی قدردانیوں کو چھوڑ کر ہم جس پہلو پر نظر ڈالنا چاہتے ہیں۔ وہ اعلیٰحضرت غفران مکان کی شاعری ہے جس کا بیشتر حصہ اردو زبان ہی میں ہے۔ نواب مرزا خاں داغ دہلوی دربار کے شاعر تھے ان کے اطراف چھوٹے بڑے اور ملکی اور غیر ملکی شاعروں کا مجمع تھا اس فضا نے حضرت غفران مکان کی پوشیدہ شاعرانہ قوتوں کو نمودار کر دیا۔ اور اتفاق سے آپ نے مدارالمہام بھی ایسا پایا جسکو مبدا[illegible] کی طرف سے شاعری کا ذوق عطا ہوا تھا۔ گویا خوب گذری کیلئے دو دیوانے ایک جا ہوگئے۔

حضرت غفران مکان بڑے پرگو اور قادرالکلام شاعر تھے۔ آصف تخلص اختیار فرمایا تھا۔ زبان پر داغ کا اثر تھا خیالات کا داغ سے کہیں کہیں بلند ہو جانا چنداں قابل تعجب بھی نہیں۔ اس چیز نے حضرت غفران مکان کو اپنے زمانے کے اچھے شاعروں میں شمار کروا دیا

اعلیٰ حضرت سلطان العلوم نے اس ماحول میں پرورش پائی پھر کیونکر آپ اس کے اثر سے گریز کر سکتے تھے جم کے جانشین کو ملک جم کے ساتھ جام جم بھی ملا تھا۔ اعلیٰ حضرت کو اپنے والد ماجد کے ملک کے ساتھ یہ جام معانی ورثہ میں ملا جس سے آپ اپنی فرصت کا بہترین استعمال فرماتے رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی ولادت اس وقت ہوئی جب کہ آپ کے والد ماجد کا دربار شعر و سخن کے جوبن پر تھا۔ داغ امیر مینائی اور دوسرے قابل فضلا ہند اور دکن کے شعرا کا دربار میں مجمع رہتا اس وقت مدارالمہام حال صدر اعظم مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر کی شاعری کی بھی ملک میں دھوم تھی اور سر نیق، ملش، کیفی کے ترانے خوشحال اور شاعر اور نہ شاعر

کے دلوں میں شعر گوئی کا خیال پیدا کر رہے تھے۔ یہ درحقیقت دکن میں قدیم اردو شاعری کا [illegible] ہندوستان کے بہترین شعرا کا مجمع [illegible] اور باہر ہونا [illegible] شاعر سے موہوم سے ہونے تھے گویا اوائل سن شعور ہی سے آپ شاعری سے مانوس ہو چکے تھے یہ معانی کے تخم تھے جو ایک زرخیز زمین میں ناداشتہ طور پر [illegible] ہو جانے کے بعد ان کا درخت کی صورت میں نمودار ہونا لازمی تھا۔

اعلیٰ حضرت کی شاعری کی پیدائش کے یہ اسباب تھے لیکن اس جذبہ کو سنوارنے اور ترقی دینے والے اسباب بھی کئی ہیں سب سے پہلی اور سب سے اہم چیز جس کی ایک شاعر کو ضرورت ہے وہ قوت حافظہ ہے اس خزانہ میں [illegible] واقعات نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ ترتیب دیتا ہے اور محفوظ رکھتا ہے کہ ضرورت کے وقت توجہ کرنے میں وہ نظر کے سامنے موجود ہو جائیں الغرض واقعات کے تحفظ [illegible] شاعر قدیم چیزوں کا [illegible] اس جدید چیزوں سے کرتا اور ان کے [illegible] انوکھے ابداع [illegible] کرتا ہے اعلیٰ حضرت کے حافظے کی قوت کا تو عہد کے لوگ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں جنہیں ایک سے زیادہ مرتبہ مختلف حالتوں میں آپ کے حضور میں رہنے کا شرف ملا ہے۔ ایک مرتبہ جو چیز پر آپ کی نگاہ غلط انداز بھی پڑ جاتی ہے تصویر ذہن میں ہمیشہ کیلئے مرتسم ہو جاتی ہے

حافظے کی قوت شاعر و[illegible] کے استعمال میں بھی بڑی مدد دیتی ہے ہم نے اس سے پہلے کہیں بیان کیا تھا کہ حالی نے شاعر کیلئے قدما کے کلام کو یاد رکھنے کی شرط لگائی ہے۔ اس کی ضرورت اسلئے لاحق ہوتی ہے کہ ابتدا میں جب تک کوئی شاعر اپنی زبان کے باکمال اور مستند مصنفین کے کلام میں استعمال الفاظ، محاورات، بندش اور روزمرہ سے کافی انس پیدا کر لے اس وقت تک وہ زبان کے استعمال پر کافی قدرت نہیں حاصل کر سکتا۔ اعلیٰ حضرت کو اوائل عمر ہی سے شعر کا ذوق تھا۔ اور اسی وقت سے تمام اساتذہ باکمال شاعروں کے دیوان آپ نے جمع کئے اور متقدمین اور متاخرین کے کلام کا اپنی پسند کے موافق انتخاب بھی فرمایا یہ انتخاب مہاراجہ بہادر کی نظر سے گذرا ہے جس کی آپ تعریف میں رطب اللسان ہیں۔

زمانہ شہزادگی میں حضرت نے متقدمین و متاخرین کے کلام سے انتخاب فرما کر جو ذخیرہ فراہم کیا ہے اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شعر خوبی کا انتخاب ہوا ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اعلیٰحضرت کو شاعری کا کس قدر حقیقی ذوق اور اچھے کلام کی کس حد تک تلاش ہے۔ اس کاوش تلاش اور حقیقی ذوق نے آپ کے کلام میں خوبیاں پیدا کر دی ہیں۔

شاعری فن لطیف ہے اسلئے ظاہر ہوتا ہے کہ تمام فنون لطیفہ کے آپس میں ایک بڑی حد تک مناسبت ہوگی ابتدا میں اعلیٰ حضرت [illegible] مصوری کا بھی شوق تھا مصوری کا کمال جس طرح رنگوں کے نازک فرق اور ان کی مناسب آمیزش سے ظاہر ہوتا ہے اسی طرح اعلیٰ حضرت کے کلام میں الفاظ کا برجا استعمال ان کے جوڑ توڑ، مجموعی حیثیت سے تصویر کا سا عالم پیدا کرتے ہیں

آئینہ ہوتے اگر خوبی تقدیر سے ہم
روبرو ان کے پہنچتے کسی تدبیر سے ہم

خون ناحق سے ہمارے ہے پشیمان قاتل
مطلب اس بات کا سمجھے غم شمشیر ستم

یار کا دل متقدمیں لکھوایا ہے کہ نہیں
پوچھتے ہیں اگر کاتب تقدیر سے ہم

قدر انداز کہ یہ کہتے ہیں دم آہ و فغاں
تم تک آئے ہیں بہت تاکہ تکبیر سے ہم

سحر سے وہ رہاں پہ بنس سوا تیسر
رشتہ رکھتے ہیں ترا تیری زلف گرہ گیر سے ہم

شب غم میں ہے یہ حالت کہ سحر تک ظالم
دل کو بہلاتے ہیں کیا کیا تری تصویر سے ہم

ایک طرفہ ہے افسانہ کاکل عثماں
باز آئے تیری اس پیچ کی تقریر سے ہم

اعلیٰحضرت کے چیدہ مضامین میں (عاشقانہ عشقیہ کے علاوہ) شہید کربلا کی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان اور کبھی کبھی احوال پیش مشہور واقعات مثلاً آمد بلقان نو وغیرہ بھی ہیں جن پر آپ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں یکساں آسانی کے ساتھ اظہار خیال فرماتے ہیں۔

کچھ سال پہلے اعلیٰ حضرت کا ایک دیوان صرف اردو کلام پر مشتمل شائع ہوا۔ اس میں زیادہ تر غزلیں ہیں۔ غزل گوئی کا جو طرز داغ نے ایجاد کیا تھا وہ ان کی کے دوران میں اور اس کے بعد بھی عرصہ تک دکن میں مقبول رہا۔ حضرت غفران مکان کا کلام بیشتر یہی رنگ رکھتا ہے جن کی تمام حسن و عشق کے مروجہ خیالات کو نہایت سلیس سادہ اور عشقیہ زبان میں بیان کرتے ہے۔ یہی رنگ اصل میں غزل کا ہونا بھی چاہئیے جس کو میر تقی میر اور اس کے بعد مرزا اثقال داغ نے سمجھا۔ اعلیٰ حضرت کے ابتدائی کلام پر اس طرز کا اثر ضرور تھا چنانچہ ذیل کے اشعار اسی کا پتہ دیتے ہیں۔

تسکین دل بیتاب کر دے
علاج ماہی بے آب کر دے

بہا کر خون کے آنسو شب و روز
سفینہ دل کا غرق آب کر دے

جو کچھ دیکھا شب ہجران خدایا!
نصیب دشمناں' یہ خواب کر دے

ہوا بدلی ابھارے باد بہاری
گل و گلزار کو سیراب کر دے

شب تیرہ میں رخ اپنا دکھا کر
ہویدا مہر عالمتاب کر دے

غنی ہو جائے عثماں بھی الٰہی
وہ پیدا دہر میں اسباب کر دے

لیکن بعد کے کلام میں شاہانہ شکوہ کا پہلو بھی نمایاں ہے۔

ہر اک شعلہ کبھی برق تجلا ہو نہیں سکتا
ہر انساں طور پر جا کے موسیٰ ہو نہیں سکتا
تدبر میں سیاست میں اولالعزمی میں اے عثماں
ترا ثانی جہاں میں کوئی پیدا ہو نہیں سکتا

انقلاب دہر سے کچھ غم نہیں عثماں ہمیں
ہر گھڑی ہر لحظہ ہر دم فضل حق کے شامل ہیں

شمع لسان سوز دروں کہنے کی حالت کیا ہے
لاکھوں باتوں کا خموشی میں اثر دیکھتے ہیں
دل میں کہتے ہیں کہیں ڈوب نہ جائے عالم
بس پڑے رہتے ہیں جو ہم دیدۂ تر دیکھتے ہیں

بخت و اقبال کی تائید سے ہم اے عثماں
روضہ شاہ زمن شام و سحر دیکھتے ہیں

زیر شعر ہیں ہم دام فکر سے عثماں
شکار طائر مضموں کا کر کے لاتے ہیں

سلاطین سلف سب ہو گئے نذر اجل عثماں
مسلمانوں کا تیری سلطنت سے ہے نشاں باقی

بعد کے کلام میں ایک خصوصیت اور بھی پیدا ہو گئی ہے۔ یہاں خیالات پر فلسفیانہ رنگ چڑھتا نظر آتا ہے جو تجربوں کا لازمی نتیجہ ہے۔

درمیان دو عدم میں تھی جو ہستی اپنی
خاک میں مل گئے ہم خاک سے پیدا ہو کر

نہیں حاصل ہے مجھے حج و زیارت عثماں
دل میں مکہ مرے سینے میں مدینہ نکلا

کیا پریشانی کا عالم ہے خزاں کے دور میں
طائران باغ مثل بوئے گل برباد ہیں

محبت میں نہ دل باقی نہ ہے تاب و تواں باقی
ابھی جی میں ہے کیا جانے کیا کیا سختیاں باقی
گل و ریحان و سنبل سب خزاں میں ہو گئے رخصت
مگر بلبل کے لب پر رہ گئی آہ و فغاں باقی
خدا ہی کشتی دل کا ہے حافظ بحر الفت میں
نہ لنگر جس کا باقی ہے نہ جس کا بادباں باقی
سراغ آخر کو مل ہی جائیگا یاران رفتہ کا
غنیمت ہے کہ ہے اب تک نشان کارواں باقی
زبان شمع سے سنتا ہوں قصہ سوز الفت کا
شب آخر ہو چکی لیکن ابھی ہے داستاں باقی

اعلیٰ حضرت کی شاعرانہ کوششوں کی ابتدا بھی عجیب واقعہ سے ہوئی ہے۔ جس کا ذکر مہاراجہ سر صدر اعظم بہادر نے اپنے ایک مضمون میں فرمایا ہے۔

"سفر بمبئی میں جس کو تخمیناً پانچ ماہ ہوتے ہیں اعلیٰ حضرت نے پہلے ہی ناسخ کی غزل سے ابتدا کی جس کا مطلع یہ ہے۔

اگر آئینہ صورت جا بجا ہوتا
آنکھ میں ایک ہمارا دل حیراں ہوتا

ناظرین اس طبیعت خداداد کا اندازہ کر سکتے ہیں اور بلا کسی تصنع اور خوشامد کے کہہ سکتے ہیں کہ کیا ہی گوہر کیا جودت خواہ کیا ہی عالم زو فائق ہوا ہے کہ کلام کو ابتدا ہی میں انتہائی کمال کا سا سماں بندھ جاوے۔"

جب تک فضل الہی شامل حال اور سعادت ابدی حاصل نہ ہو ایسا مطلع روشن کہہ سکتا ہے؟ واللہ یہ اگر امر محال نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ ایک وسیع رقبہ میں تقریباً برطانیہ عظمی اور ایرستان سے بڑی مملکت کی حکومت ہاتھ میں رکھے ہوئے اگر کوئی بادشاہ علمی اور ادبی مشاغل میں بھی حصہ لے سکے تو ظاہر ہے کہ اس کی کوششیں عالم میں کس قدر وقعت اور احترام کی نظروں سے دیکھی جائے گی جب ہم اس کا خیال کرتے ہیں دن ورات کے چوبیں گھنٹوں میں مملکت کا وقت نکالنے کے بعد اعلی حضرت کے اوقات عزیز سے کس قدر حصہ باقی رہ سکتا ہے؟ اور جب

اس دقیقہ سے بھی کچھ فرصت علمی اور ادبی مشاغل کیلئے نکالی جائے تو وہ یقیناً قدر کی مستحق ہے ہر انسان میں جذباتی پہلو اور معانی حس ہوتی ہے بادشاہوں میں اس کا مرتبہ اور بھی اعلی ہونا چاہیے اس کے اظہار کے بیسوں طریقے ہیں جن کا ثبوت بعض وقت مکروہ صورتوں میں ہم کو ان حکمرانوں کے دیباچہ سے ملتا ہے جن کا بیشتر وقت ناچنے والے گانیوالوں کی صحبت اور شاہد و مینا کی سوبت میں ہوتا ہے۔ جب اس جمالی احساس کا اظہار اجتماعی اور انفرادی زندگی کا ایک اضطراری واقعہ ہی ہے۔ تو ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں۔ اس کی نمود

شعری صورت میں اس کے اظہار کا بلندترین ذریعہ ہوگی۔ خصوصاً جب کہ اس کا تعلق ایک سلطنت کے حکمران کے ساتھ ہو۔ اور ہم کو یہ معلوم ہو کہ اسی طرح کوششیں ہو، ملٹن، شکسپیر، فردوسی، سعدی، رومی، مورداس اور غالب وغیرہ جیسے افتخار قوم ہستیوں کے پیدا کرنے پر قادر رہے یہی خیال تھا جو اس مختصر مضمون کی طرح اندازی کا باعث ہوا۔

قصیدہ در مدح اعلیحضرت بندگانعالی

از مولانا سید شاہ ابراہیم غفو

غنی ہے ذات خداوند قادر و مختار
ہیں اسکے رحم کے محتاج کافر و دیندار

ہر ایک امر میں ہیں اس کی رحمتیں مکنوں
گذر ہے عقل بشر کا جہاں بہت دشوار

وہ اس کا فضل ہے ہم پر کہ حد نہیں جسکی
ہیں اسکے ہم پہ وہ احساں نہیں ہے جنکا شمار

اوسی نے بخشا جہاں میں بقدر استعداد
بشر کو علم و شرف اور زمیں کو برگ و بار

بقا سخن کو اثر نغمہ کو بتوں کو ناز
گہر کو آب تو شاعر کو طبع گوہر بار

بصر کو ذوق بصیرت گلوں کو رنگ و بو
روانی آب کو شاہوں کو رحم و حلم و وقار

وجود شاہ دکن ہے ظلِ سبحانی
ہیں جس کے سایہ میں راحت سے اہل ملک و دیار

محبت آپ کی ہر حال فرض ہے اپنا
اطاعت آپ کی واجب ہے ہم پہ لیل و نہار

ستارہ اوج سلطنت دکن کا وہ صبح سے ظاہر ہوا
کہ جس کو دیکھ کے کرنیں صبح اچھل پڑیں ایکبار

ہے آفتاب جو دستار پادشاہ پہ نثار
شعاع مہر ہے یہ طلعت ان کی کرن زرتار

ز فیض مہر کا ہمرنگ کیوں آج نقش
ودیعت آپ میں سارا ہے جب لوہیت کے شمار

کلی کا کھلنا ہے گویا لب تبسم ریز
شگفتہ روئی پہ قربان صبح فرحت بار

اگر وہ سنگ کو ٹھوکر لگائیں پارس ہو
جو خاک ہاتھ میں لیں ہو طلا و دست افشار

سیاست آپ کی نہج طبع کیلئے رحمت
وہ سیدھا ہو رہے جسطرح شہری کا تار

بڑھی وہ سطوت شاہی سے شہر کی رونق
کہ شب ہے بزم چراغاں تو دن ہے زین بہار

ہمیشہ آپ کو دے امن و راحت حق
ہوا ہے شاہ پہ عالم شیفتہ دل سے نثار

بیان کیسے ہوں کیونکر حضور ادب نما
ہیں ایک ذرہ صفت اور وہ مہر پرانوار

بس اب دعا کیلئے ہاتھ اٹھا اے شوق
کہیں گے فرشتے بھی آمین کیا عجب ہر بار

الٰہی دہر میں جب تک سخن کی قدر رہے
ہیں جو زندہ دلوں کا یہ تمکین و سیار

ہو ماہ و مہر سے جب تک آسماں روشن
چمن میں شاہ دکن کے رہے ہمیشہ بہار

عطا ہو عمر خضر سب بندگان عالی کو
بجاہ سرور کونین و آل الاطہار

ہوں دوست آپ کے گل کی طرح سدا خنداں
ہوں دشمن آپ کے افسردہ اور ذلیل و خوار

حضور اقدس و اعلیٰ کی ہر دلعزیزی

از مولوی [illegible] احمد [illegible]

جس طرح صبح سحر کے نورانی آغوش میں مشرقی افق زریں سے طلوع ہونے والے آفتاب کی نظر افروز شعاعیں کائنات کے ذرہ ذرہ میں زندگی کی سرمستی کے ساتھ ساتھ ایک دلآویز تبسم پیدا کر دیتی ہیں۔

بالکل اسی طرح سریر دولت آصفیہ کی ابتدا میں یہ آفتاب آسمان حکمرانی [illegible] پر ضیا بار ہوا تو ملکی عالمتاب تجلیاں [illegible] نظر آئیں [illegible] نہایت مسرت و انبساط کے ساتھ [illegible] کہ مشرق سے مغرب تک خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔

مجھ سے نہیں ہندوستان کے ہر گوشہ میں بے امتیاز مذہب و ملت، ادنیٰ علماء فضلاء اور اہل کمال کے دلوں سے پوچھئے جن کی کشتی حیات نا قدر شناسی دنیا کی مخالف ہواؤں میں ہچکولے کھا رہی تھی یا پھر عرب و عجم کے ان کسمپرسان امروز کی روحوں میں اتر کے دیکھئے جن پر زندگی کی ہر ساعت گراں تھی کہ خسرو دکن ابداللہ ملکہ کی ذات اقدس کے فیوض و برکات نے ان کی عقدہ کشائی میں کیا کیا۔

یہی وہ اعجاز تھی جو نا امید بیماروں اور دم توڑنے والے مایوسوں کے ساتھ کر سکتا تھا۔ حضور اقدس و اعلیٰ کی ہر دلعزیزی کوئی محتاج صراحت موقوف نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر دلعزیزی کا یہ عظیم الشان نظارہ حضور اقدس و اعلیٰ ہی کی ذات مبارک کے لئے رکھا گیا تھا جن نے ملک کے ہر طبقہ و ملل کی دستگیری فرمائی اور ادنیٰ اور اعلیٰ تمام علم و ادب کی سرپرستی پر توجہ گرامی مبذول کی۔ قرطبہ اور بغداد کا دور علم اگر آپ کی نظر میں ہے تو آپ کہہ سکتے ہیں [illegible] فنون کے نشر و اشاعت کے لحاظ سے حیدرآباد کا عہد اپنے آغوش میں تاریخ کا ایک زریں کارنامہ لئے ہوئے ہے جس پر اسلام نہیں مشرق کے ہر فرزند کا سر فخر سے اونچا ہوگا۔

گویا بادشاہ دکن کی سیرت و صفات وہ سرچشمۂ حیات ہیں جس کی زمزمہ ریزی افسردہ روحوں میں زندگی کا احساس پیدا کر دیتی ہے یا ایسا ابر بہار جس کے لطیف ترشحات سے مرجھائے ہوئے پودوں میں حیات نو کی لہر دوڑ جاتی ہے۔

حضور کے زیر فرمان سلطنت کے حدود دکن میں ہزاروں میل کے رقبے پر پھیلے ہوئے ہیں جس میں ایک کروڑ چالیس لاکھ نفوس آباد ہیں۔ یہ آبادی اور رقبہ بجائے خود یورپ کی بعض مشہور سلطنتوں کے مساوی اور بیشتر سے وسیع ہے لیکن اسکو جانے دیجئے کہ اس ملک کو خوش نصیب باشندوں کا یہ قابل رشک و فخر امتیاز جو آج نہیں کل، ہمالیہ کی بنا ہونے کے باعث حاصل ہے اور ان کا استحقاق جائز ہے اور اس لئے اگر ان کے قلوب سلطان آسمان توقیر کے ذات گرامی سے وابستہ ہوں تو یہی ہونا چاہئے لیکن میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حضور کی ہر دلعزیزی حدود دکن سے گذر کر تمام عالم اسلامیہ کے تمام [illegible] قبول عام حاصل کر چکی ہے۔

جس طرح حضور اقدس و اعلیٰ کی فیض رسانی کی سرزمین دکن [illegible] اور اس کی سرزمین کو خوشحال و آباد کر رکھا ہے اسی طرح بیرون ملک کے دور دراز حصوں تک شاہانہ فیض پہنچ چکا ہے اس دریائے جود و سخا سے سیراب ہوتے رہے ہیں۔

[illegible] اس بنا پر کہ ہر دلعزیزی کا نشۂ جس کے نشے میں لا محدود ہو کہا جا سکتا ہے کہ اس عہد میں صرف سلطان دکن کو حاصل ہے۔ دنیا کے ہر حصہ میں بیشمار شاہانہ عطیات و اکرام کا سلسلہ اتنی وسعت و عمل کے ساتھ پھیلا ہوا ہے کہ آج عمر کے ناکامیاب افسردہ روحوں میں شگفتگی اور انبساط کا ایک کیف انگیز اثر پایا جاتا ہے ہزاروں انسان کے قلوب حضور کی دعا سے ترقی و اقبال سے لبریز ہیں اور جانثاری و دم سلطانی پر نچھاور ہونے کیلئے منتظر ہیں۔

اس ہر دلعزیزی اور عوام نثاری کا ایک نکتہ سا نظارہ آپ حضور اقدس و اعلیٰ کی سیاحت ہند میں پا سکتے ہیں جو حقیقتاً تاریخ دکن میں ایک مسعود و زریں اضافہ ہے۔ دہلی، کلکتہ اور مدراس میں حضور کے استقبال شاہانہ کے جو انتظامات ہر طبقہ اور ہر مذہب و ملت کے افراد کی جانب سے کئے گئے اور جس وابستگی اور عقیدت مندی کا اظہار کیا گیا وہ اہل عالم سے پوشیدہ نہیں ہے جن لوگوں نے مقامات مذکورہ بالا کی آنکھوں سے ان مظاہرات کے مشاہدہ کا فخر حاصل نہیں کیا ان کے لئے خود ملیہ ڈیڑھ سال ہوا

بارگاہ سلطانی کا اظہار مسرت و وفاداری کچھ کم نہ تھا۔ ہر کوچہ و بازار میں چراغاں کی کثرت، خلائق کا گروہ در گروہ ہجوم، ہر مذہب و ملت کے پیروؤں کی جانب سے کمانوں کی تنصیب اور ان پر دعائیہ اشعار کی تحریر، ایک عجیب سماں تھا، اور بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مسجد و مندر، موبد، کلیسا ہر مقام سے حضور کے عمر و اقبال کی دعائیں صبح اور ریے ریا جذبات وفاداری کے ساتھ کیجا رہی ہیں اور ہر شخص اپنے ہر دلعزیز بادشاہ کے دامن دولت سے توسل و وابستگی پر پیکر فخر و شکر ہے۔ ہر دلعزیزی [illegible] اور اصول حکومت کا وہ روشن نقطہ آخر ہے جہاں پہنچنے کے بعد کسی توضیح و تشریح کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

ہر چند کہ مشرق کو ہے تاجداروں کے ساتھ عقیدت و ارادت میں روایتی شہرت حاصل ہے لیکن نہیں سمجھتا کہ تاریخ اپنے تمام آثار و مناظر کے ساتھ کوئی ایسی مثال پیش کر سکتی ہے جس میں کسی بادشاہ کی ہر دلعزیزی، کسی تاجدار کے ساتھ اظہار وفاداری کے نقوش اس سے زائد دل پذیر اور خوش آیند نظر آتے ہوں۔ جس کا اظہار سلطان دکن سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کے شاہانہ خیر مقدم کے موقع پر کیا گیا اور جس کے شواہد ہر قدم پر روز افزوں پائے جاتے ہیں بعض ناعاقبت اندیش اور بے سرو پا صحیفہ نگار اور عوام کالانعام نے جنگی رو میں تعصبات اور ذلیل ماجداری کے کثیف محسوسات سے لبریز ہیں، چاند پر خاک ڈالنے اور سورج کی تیز و نظر آزما شعاعوں کو اپنی بے چادری کی نقاب میں چھپانے کی کوشش کی لیکن جس طرح یہ صحیح ہے کہ ہر منظر شور ناظر کے تخیل پر یا ان نقوش کا جو اس کی روح پر ثبت ہوتے ہیں، مظہر ہوتا ہے،

اسی طرح یہ بھی کسی بحث مزید کا محتاج نہیں ہے کہ یہ جو کچھ ان سے ظاہر ہوا وہ خود انہیں کی نگروہ حقیقت کے قابل نفرت تعصبات اور سراپا حقارت خیالات کا آئینہ تھا۔ ورنہ یہ آفتاب کی طرح روشن و آشکار ہے کہ حضور اقدس و اعلیٰ کی حکومت میں صدارت عظمیٰ کے عہدہ جلیلہ سے لیکر سلطنت کے تمام ذمہ دارانہ اور غیر ذمہ دارانہ عہدوں کی ترتیب و تکمیل میں رنگ و خون کا کوئی امتیاز نہیں کیا جاتا بلکہ حکومت کی جو ترتیب حضور کے دور ابتدائی سے اب تک رہی ہے وہ کسی سے چھپی ہوئی نہیں ہے اور نہ اس پر کوئی پردہ ڈالا جا سکتا ہے حال ہی میں مقدمہ ناندیڑ کے سلسلہ میں بارگاہ سلطانی سے جو حکم شرف صدور پایا وہ خود معدلت شاہانہ کا ایک بین ثبوت ہے کیا اس بے ریا عدل و انصاف کی کوئی نظیر پیش کیجا سکتی ہے؟

غرض ان "شپرہ چشم" افراد سے قطع نظر جو دنیا کو رات کی تاریکی میں دیکھنے پر مجبور ہیں مشرق و مغرب کی فضا سلطان دکن کی عدل گستری، رعایا نوازی، اور شاہانہ اکرام و عطا کے فیوض سے لبریز ہے اور مسلمان تو خیر، اس محی الملت بادشاہ کی ذات گرامی پر جس قدر فخر کریں وہ بجا ہے تمام مذاہب کے پیرو حضور اقدس کا وہی شاہانہ ادب و احترام ملحوظ رکھتے ہیں جو خود مسلمانوں کے دل میں ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اکبر و عالمگیر کی طرح عدل و انصاف۔ اور ہر دلعزیزی کیلئے شاہان اسلام میں حضور کا مرتبہ اس قدر بلند ہے جس کی کوئی مثال نہیں ملسکتی۔

خدا ہمارے بادشاہ فلک اقتدار کو [illegible] روز افزوں ترقی عطا فرمائے اور شاہزادگان بلند اقبال و شہزادیوں کی فرخ فال عمریں دراز و اقبال بلند کرے

حیدری جنتری ۱۳۴۸ھ

یہ جنتری کیا ہے ایک دریا ہے جو کوزہ میں بند ہے۔ حیدر آباد دکن کے مشہور عمارات اور درگاہوں کی تاریخ عجیب معلومات مجرب طبی نسخہ جات و تعویزات وغیرہ بہر حال ایک بے مثل مجموعہ ہے حجم ۱۲۰ صفحہ قیمت کاغذ چکنا صرف ۶ اور کھردرا ۴ بہت کم جلدیں رہ گئی ہیں جلد طلب کیجئے ایسا نہو کہ ختم ہونے پر افسوس باقی رہ جائے ہنسنا چاہیے تو یہ کتابیں ضرور خرید فرمائے ہنسانے کی مشین ۸ مجلد ۱۲ ہنسانے کا انجن ۸ مجلد ۱۲ ہنسانے کا آلہ ۸ مجلد ۱۲ ہنسانے کی کل ۸ مجلد ۱۲ ہر ایک جلد میں ۲۶ مذاقیہ مضامین ہیں۔

پیر خوردسال ایک تصویر عجیب غریب ہنسانے والی: دل قیمت ۳ ناول شباب دکن قابل دید ناول بے مثل مراثی کے کتب جو بیحد مقبول ہو رہی ہیں ہلال محرم یعنی مراثی کا خم حصہ اول جس میں بے مثل رباعیات و سوز و سلام و سوز خوانی کے مراثی ہیں قیمت کاغذ چکنا ۱۲ کاغذ کھردرا ۸ ایضاً حصہ دوم کاغذ چکنا ۱۲ کھردرا ۸ ایضاً حصہ سوم کاغذ چکنا ۱۲ کھردرا ۸ حصہ چہارم حصہ سوم کیسا کاغذ چکنا ۱۲ کھردرا ۸ حصہ پنجم و ششم زیر طبع ہیں۔ ہلال ماتم تیسرا مراثی سوز خوانی کا مکمل مجموعہ قیمت کاغذ چکنا ۱۲ کاغذ کھردرا ۸ فغان محرم اعلیٰ مجموعہ نوحہ جات و بے مثل کلمی نوحہ جات کا مجموعہ حصہ اول شہادت امام حسین تک قیمت کاغذ چکنا ۱۲ کھردرا ۸ ایضاً حصہ دوم امام حسن عسکری تک قیمت کاغذ چکنا ۱۲ کھردرا ۸ اسکے علاوہ ہر قسم کی نایاب کمیاب کتب کتبخانہ پر ملسکتی ہیں۔ **المشتہر** مہتمم کتبخانہ حیدری چھتہ بازار حیدرآباد دکن

اعلیٰ حضرت کا طرز زندگی

از
جناب عزیز احمد صاحب متعلم کلیہ جامعہ عثمانیہ

(۱)

ایک مغربی ادیب کا قول ہے تاجدار بھی انسان ہی ہوتا ہے اس کے پہلو میں بھی ایک دھڑکتا ہوا دل ہوتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں بھی پانچ ہی انگلیاں ہوتی ہیں اسکی روزمرہ زندگی بھی عام انسانوں کی سی ہوتی ہے تاج کو اسکی عزت اور غیر معمولی بلندی کا معیار قرار دینا غلطی ہے اس کی ذہنیت کا باعث اس کا دماغ ہوتا ہے اس کی عظمت کا باعث اسکی زندگی ہوتی ہے صرف ایک فوجی کارنامے اسکی فتوحات ہی اسکی عظمت کی کسوٹی نہیں ثابت ہو سکتیں اسکی روزمرہ زندگی بھی اسکی شخصیت کو بلند کرنے میں مدد دیتی ہے۔"

اس طرح سے یہ دیکھنا کہ تاجدار کا طرز زندگی کیسا ہے بہت سبق آموز ہے بادشاہت صرف تخت پر بیٹھ کر تاج پہن لینا نہیں۔ بادشاہت کا مفہوم بہت اہم اور وسیع ہے۔ کارلائل کے الفاظ میں "کسی ملک میں قابل ترین آدمی تلاش کرو، اسکو وہ خاص مرتبہ دو اور وفاداری سے اسکی اطاعت اور عزت کرو" بادشاہ کی صحیح تعریف ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ اس قابل ترین آدمی کا طرز زندگی بھی بہترین ہو کیونکہ بقول رڈگی لف "بادشاہ کی بہترین سیاست اسکی خانگی سیاست ہوتی ہے اور اسکی قابلیت کا بہترین مظہر اس کی روزانہ زندگی ہوتی ہے۔"

اب ہم خسرو دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کی طرز زندگی پر ایک نظر ڈالیں گے۔

(۲)

اعلیٰ حضرت دام اقبالہ کی طرز زندگی پر جب ایک طائرانہ نظر ڈالی جاتی ہے تو اسکی سب سے بڑی خصوصیت ہمیں ان کی سادگی نظر آتی ہے سادگی جس میں ایک خاص کیفیت۔ ایک خاص شان۔ ایک خاص پوشیدہ شوکت نظر آتی ہے!

جب شام اور فلسطین کے عالیشان شہروں پر قیصر لوائی کے بجائے خلفائے اسلام کا پرچم لہرانے لگا تو مفتوحین سمجھتے تھے کہ خلیفہ ثانی کا دربار قیصر کے دربار سے کہیں زیادہ پُر رونق ہوگا۔ مگر جب فاتح شہنشاہ بیت المقدس میں عہدنامہ صلح مرتب کرنے داخل ہوا تو اسکا غلام اونٹ پر سوار تھا اور وہ خود مہار تھامے تھا کیونکہ اب غلام کی اونٹ پر سوار ہونیکی باری تھی۔ خلیفہ کے لباس میں پیوند لگا ہوا تھا مگر کیا یہ شکستہ حالی یہ سادگی قیصر و کسریٰ کے ظاہری نام و نمود سے زیادہ کیف آور نہ تھی۔ کیا اس سادگی میں وہ شوکت خاموش نہ تھی جس نے قیصریت کے تختے کو الٹ دیا تھا۔

یہی سادگی تھی جسکی تشریح علامہ اقبال نے ان مصرعوں میں کی ہے :-

سروری در دین ما خدمت گری است | عدل فاروقی و فقر حیدری است
آن مسلمانان که میری کرده اند | در شهنشاهی فقیری کرده اند
در امارت فقر را افزوده اند | مثل سلمان در مدائن بوده اند
حکمرانی بود و سامانی نداشت | دست او جز تیغ و قرآنی نداشت
هر که عشق مصطفیٰ سامان اوست | بحر و بر در گوشهٔ دامان اوست

یہی سادگی مسلمان تاجداروں کی طرۂ امتیاز ہے سادگی ہم خسرو دکن میں بھی دیکھتے ہیں اور یہی وہ سادگی ہے جو اپنے اندر شوکت وصولت کا ایک جہان رکھتی ہے۔

(۳)

خسرو دکن خلد اللہ ملکہ کی سب سے بڑی قابل ذکر خصوصیت جو ان کے طرز زندگی میں نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ مذہب سے الفت ہے۔ یہ وہی عقیدت ہے کہ جس نے اعلیٰحضرت کو چالیس کروڑ مسلمانوں کے دلونکا حاکم بھی بنادیا ہے۔

بلاناغہ دن میں پانچ بار دکن کا بادشاہ خداوند جل جلالہ کے سامنے سر نیاز خم کرتا ہے ظل اللہ، اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ اللہ کا ذکر کرتا ہے دلی سوز و گداز کے ساتھ۔

اور یہی وجہ ہے کہ جب تمام مسلمانان عالم دور جدید سے تنگ آجاتے ہیں۔ اور کوئی آسرا کوئی ٹھکانہ نہیں پاتے تو ان کی نگاہ اٹھ کر اسی در پر جا پڑتی ہے۔ اور وہ پکار اٹھتے ہیں۔

[illegible] اس شاعر [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
اس وجہ سے اور بھی بڑھ گیا ہے [illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

غرض تاجدار دکن کے طرز زندگی کے جس
رخ پر نظر ڈالی جائے، اس میں وہی کمال نظر
آئے گا جو ایک بلند پایہ شہنشاہ اور ولی
یعنی حضرت عمر سلطان [illegible] تو [illegible]
کی زندگی کا طرۂ امتیاز ہے۔
خدائے کامل اور مکمل اس نعمت بادشاہ کو
ہمارے سروں پر قائم رکھے۔

دعائے دولت علیہ سلطان المسلمین [illegible] اعلیٰحضرت حضور پرنور خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

از مولانا حکیم وحید الدین [illegible] حالی

تا حشر مددگار رسد لطف الٰہی — تخت دکن و مسند و جاہ و حشم را
عثمان علی شاہ زمن آنکہ بدارد — از فضل تو در ملک دکن شوکت جم را
او شاعر و [illegible] و اخلاص و توحید — دارد بکمال ادب فرق قدم را
نامش [illegible] آید ز عقیدت — باشد چو شماری ہمہ اعدا و خدم را
در گلشن بطحا و مدینہ [illegible] — پاشید چو اوراق خزاں دید و درم را
شاہیست کہ در دفتر تاریخ نظیرش — دارد بہ شریفانہ صفت حکم عدم را
ذاتش بود آں ذات کہ دارد ز [illegible] — علم و ہنر و ہمت و اخلاق و کرم را
در جود و سخاوت اگر [illegible] — آرد [illegible] لیث اجم را
ہر کس [illegible] — ان یعصمہ اللّٰہ الی الحشر [illegible] را
تا [illegible] — تاجی بہ سماست ز داد و [illegible] را

از فضل [illegible] قدر و [illegible] یاد
تا آنکہ [illegible] افلاک [illegible] علم را

تاجدار دکن کا فقید المثال کیرکٹر

از جناب منظور حسین صاحب ماہر قادری

اعلیٰحضرت قدر قدرت سکندر شوکت ہز اگزالٹیڈ ہائینس نواب سر میر عثمان علیخاں بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

آپ اس مبارک ہستی کے شرف صدہا سے متعدد مرتبہ فیضیاب ہوتے ہوں گے لیکن اگر آپ نے اسی نظر سے دیکھا جس نظر سے ایک نیورا در حقیقت میں انسان کو دیکھنا چاہیے تو آپ کی نگاہیں واقعی قابل ستائش ہیں لیکن اگر آپ کا مشاہدہ صرف اسی حد تک محدود رہا کہ آپ ایک پیکر امارت سطوت کو دیکھ رہے ہیں تو آپ کو واللہ کچھ نظر نہیں آیا۔ بہر حال میں چند آئینہ آپ کے آنکھوں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ ان سے دیکھیے۔ اور سمجھتے کہ وہ مبارک وجود جس کے دیدار سے عقیدت بھری نگاہیں اکثر لطف اندوز ہو چکی ہیں کیا سعید اور جامع کمالات ہستی ہے اور اس کے قابل تقلید کیرکٹر کی مثال اس زمانہ میں کس حد تک مغتنمات سے ہے۔

عبادت معراج انسانیت حقیقت میں اطاعت خداوندی ہی کا نام ہے اس دور الحاد و دہریت میں جبکہ سرکش انسانوں کے دماغ تکبر و نخوت کے نشہ سے مخمور ہیں دنیا نے خدا کو بھلا دیا ہے۔ اہل دنیا کو اپنے تفریحی مشاغل کے انہماک کی وجہ سے اس قدر بھی فرصت نہیں ملتی کہ کسی وقت خدائے قدوس کے سامنے سر نیاز کو جھکا دیں جس طرف نظر اٹھائیے ذرہ ذرہ سے تکبیر و فرعونیت و دہریت والا نہ ہیبت کا طوفان ابلتا ہوا نظر آئے گا۔ لیکن **باغ عام کی مسجد** کی اینٹیں اسکی گواہ ہیں کہ چلچلاتی دھوپ میں ایک مقتدر بادشاہ مسافت طے کرنے کے بعد کس عجز و انکساری کے ساتھ خدائے قدوس کے سامنے سر نیاز جھکا دیتا ہے جبکہ معمولی معمولی امرا کو جس کی شدید لہاسے گذرنے والی خوشگوار ہوا تھپکیاں دیکر سلا دیتی ہے۔

حقیقت میں تاجدار دکن کا یہ ذوق عبادت اس قابل ہے کہ مشاہدہ کرنے والی نگاہ کی کیفیات میں ایک عملی ارتعاش پیدا ہو جائے۔

مساوات دنیا 'مساوات مساوات' پکار رہی ہے متمدن اقوام فرقہ پرستی کے ضمات کا استیصال چاہتی ہیں یورپ کا دعوے ہے کہ "مساوات ہی انسانی ہیولے کی ہیئت ترکیبی کا روحانی عظمت ہے" لیکن چشم فلک گواہ ہے کہ ان بلند آہنگیوں کے باوجود عملی میدان میں چلنے والوں کے نقش پا بھی نظر نہیں آتے ہاں البتہ اسلام کو اس کا فخر حاصل ہے کہ جس مساوات کی تعلیم اس نے دی اس کے پیرو اسکی مکمل تصویر بن گئے اور جب تک اس تصویر کے خط چمکتے رہے۔ آسمان سطوت و حکومت کا ہر آفتاب ان کے سامنے ماند پڑ گیا اور بزم نخوت و تکبر کی ہر شمع جھلملاتی رہی۔ لیکن اس شاہراہ سے ہٹنے کے بعد یہ فرعونیت ان کا مسکن بن گیا مگر الحمد للہ کہ اس دور اظہار تشخص و تفوق میں بھی حیدرآباد کے مقدس جلسوں میں ہم نے ایک باسطوت بادشاہ کو غریب و نادار رعایا کے پہلو بہ پہلو بیٹھا ہوا دیکھا ہے۔

تاجدار دکن کی یہ قابل قدر عملی تعلیم اس قابل ہے کہ دنیا اس مساوات کی تقلید کرے۔

سادگی معاشرت معاشرت میں جس قدر تزک و احتشام کا عنصر غالب ہوگا۔ اسی قدر اسکے لوازمات کو مہیا کرنے کی خاطر انسان محو تفکرات و مصائب رہیگا اور تکمیل مقصد کا یہ فردوس نظر خیال امتیاز حلال و حرام کو سلب کر دیگا دنیا کی تاریخ کو اٹھا کر مطالعہ کیجئے اور انصاف کیجئے کہ ان جملوں کی کس حد تک واقعات سے تطبیق ہوتی ہے کہ ملک اور قوم اسی وقت تباہ و برباد ہوئے جب کہ تعیش و راحت جزو معاشرت بن گئی۔ اسی نظریہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے شہنشاہ کونین حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی معصوم معاشرت کی دنیا کیلئے ایک دلکش مثال قائم کردی کہ وہ مقدس ہستی جس کے غلاموں کے قدموں سے قیصر و کسریٰ کے تخت مشرق میں اسکے پیرہن مبارک میں متعدد پیوند لگے ہوئے ہیں دنیا

اس تعلیم کر بہت کچھ بتلا چکی ہے۔ لیکن اعلیحضرت تاجدار دکن کے پیراہن میں ہم نے بھی پیوند لگے دیکھے ہیں۔ کس قدر روح مسرور ہو گی حضور سرکار دو جہاں روحی فداک کی کہ ان کا ایک فرمانروا امتی باوجود فراوانیٔ دولت اور توفیر مال و متاع کے کس سادگی سے زندگی لبسر کرتا ہے

بہبودیٔ خلق وہی آدمی انسان کہے جانیکا مستحق ہے جس کا دل بنی نوع انسان کیلئے جذبات ہمدردی سے لبریز ہے اور جو رفاہ عام اور آسائش خلق کیلئے کچھ کچھ ایثار گوارا کر لیتا ہے اگر بدقسمتی سے کسی آدمی کا دل اس جذبہ سے خالی ہے۔ تو پھر اس انسان اور درندہ میں کیا فرق ہے؟ سرزمین دکن اس جذبۂ مسعود کی ہمہ گیری اس قابل ہے کہ اس پر تحسین وستایش کے مرحبا نوالے پھول نچھاور کئے جائیں کہ یہاں کے مسعود بادشاہ (خلد اللہ ملکہٗ) نے رفاہ عام کی خاطر کیا کیا سہولتیں اور آسانیاں مہیا کی ہیں۔ اگر اس اجمال کی تشریح کی جائے تو غالباً دفتر کے دفتر اس کے لئے ناکافی ہوں گے۔ مختصر یہ علم و تمدن کی بجلیاں اپنی پوری قوت کے ساتھ خرمن جہالت کو خاکستر بنا رہی ہیں اور ہر بینا آنکھ اس کی چمک سے بہرہ اندوز ہے علم جیسی گرانقدر نعمت پانی کی طرح دکن کی گلیوں میں بہہ رہی ہے۔ ایک طرف اشاعت تعلیم کے یہ ساماں ہیں۔ تو دوسری طرف صنعت و حرفت کے ترقی خوشہ چینوں کیلئے مضطرب استقبال ہیں۔ غرض سہولت و آسائش کے جملہ سامان مہیا ہیں۔ حقیقت میں یہ وہ نعمتیں ہیں جنکا شکریہ سرزمین دکن کے ذرہ ذرہ کو ادا کرنا چاہیئے۔

آزادیٔ مذہب رواداریٔ مذہب ایک وہ جوہر ہے جس میں کامیابی حکومت کا راز مضمر ہے اگر ایک حکومت اگر چاہے تو اپنے تحکمانہ استبداد سے غیر مذاہب کی آزادی کا بہت کچھ خون کر سکتی ہے لیکن نتیجہ یہ ہو گا کہ خون آزادی کی چھینٹیں اس کے دامن کو خود اس درجہ رنگین بنا دیگی۔ کہ رعایا کے دل میں بعد مشاہدہ منظر خونیں خود نفرت و عداوت کے جذبات پیدا ہو جائیں گے اور ان جذبات کی نشوونما ہی حقیقت میں بربادیٔ حکومت کا واحد ذریعہ ہے۔ کیونکہ یہ پوشیدہ لے پنہاں آگے چلکر ظاہر ہو جاتی ہیں اور ہنگامی کیفیت و نما ہو جانیکے بعد سلطنت کی مستحکم سے مستحکم دیواریں بھی مرتعش ہو جاتی ہیں۔ اسلام کے مقدس خلیفہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو آزادیٔ مذہب کا ایسا نقدانہ ثبوت دیا۔ جسکی نظر دنیا پیش کرنیسے عاجز ہے کہ باوجود فتح کرنے کے بیت المقدس کے کلیسا میں نماز پڑھی محض اس خیال سے کہ غیر مذہب والوں کی دلشکنی نہ ہو اس دور تمدن میں جبکہ حکومتیں اعلان کرتی ہیں کہ کسی مذہب میں مداخلت کرنا ہمارے اصول حکومت اور دستور سیاسی کے منافی ہے ہم ان دعوؤں میں اصلیت کا سائبہ بہت کم پاتے ہیں اس وقت مسجد کانپور کے شہیدوں کی نعشوں پر ماتم کرنا نہیں چاہتے۔ ہماری خواہش کم از کم اس وقت یہ نہیں ہے کہ فلسطین کے خونیں لالہ زار کے کچھ مناظر آپ کے سامنے پیش کریں ہم صرف یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ اس دور میں بھی حکومت دکن کے ایوان آزادیٔ مذہب کے امتیازی نقوش سے مزین ہیں اسلامی حکومت ہونیکے باوجود مندروں کے ناقوس کی گونج فضائے آسمانی میں تلاطم پیدا کر رہی ہے اور آتشکدوں کی گرمیاں سرد نہیں ہونے پاتیں۔ گرجاؤں میں صلیبوں کے سربفلک نشان آسمان سے باتیں کرتے ہیں غرض ہر شخص کو مذہبی آزادی حاصل ہے بڑے بڑے معزز عہدوں پر غیر مذاہب کے پیرو متمکن ہیں۔

اگر اس آزادیٔ مذہب پر کوئی ذکی الطبع اور شریر الاصل محض مشکلات حکومت میں اضافہ کرنے کی خاطر غلط واقعات کو شہرت دینا چاہتا ہے۔ تو یہ اسکی فہم کا قصور ہے اسکی نگاہوں کا نقص ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

سخاوت سخاوت کی تعریف میں خواہ کس قدر ہی سخاوت کیساتھ الفاظ کا ذخیرہ مہیا کرے۔ تاہم ہر ذخیرہ ناکافی ثابت ہوگا۔ اور تعریف نہ ہو سکیگی۔ اوصاف انسانی کا وصف سخاوت بھی ایک نمایاں حیثیت رکھتا ہے جس کا ہر پہلو تابناک اور زریں ہے۔ الحمد اللہ دکن کی سرزمین میں سخاوت کا بحر مواج بھی لہریں لے رہا ہے جسکی موجیں ہندوستان کے طول و عرض کو نہیں بلکہ ترک و عرب یورپ و افریقہ کے سرزمین کو بھی شاداب بنا رہی ہیں۔ اور لاکھوں بندگان خدا کے مزرع امید کی شادابی صرف اسکے چھینٹوں سے وابستہ ہے۔

مبارک ہے مملکت دکن اور مبارک ہیں اس کے بسنے والے کہ اعلیحضرت خلد اللہ ملکہٗ جیسے بیدار مغز اور غریب پرور بادشاہ انکے حکمراں ہیں جن کا دور حکومت حقیقت میں آسایش و مسرت۔ اطمینان و عافیت کا دور ہے جو حقیقت میں نوادر روزگار سے ہے۔

خدا اس مبارک عہد عثمانی کو تا قیامت قائم رکھے اور حاسدان بدبین اور دشمنان عیب جو کی معاندانہ کوششوں کو ناکام بنا دے

آمین یارب العالمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

بتقریب سالگرہ ہمایونی

تخمیس مطلع مبارک حضرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی دام اقبالہ

از کیپٹن محمد اعجاز علی صاحب شہرت

نظام شمس تا از فیض عقل و دیں باشد | بہ جن زمرہ سعد مشتری تا ہم قریں باشد | قرار سیر کیواں تا مدار مقتمیں باشد
مہ خورشید تا رخشاں سر چرخ بریں باشد || سریر آرا نظام الملک بر روئے زمیں باشد

بہ دوش ثور تا عقد ثریا جاگزیں باشد | اسد تا کہ الجبہ پے نور جبیں باشد | عروج نسر طائر با ثوابت بالیقیں باشد
مہ خورشید تا رخشاں سر چرخ بریں باشد || سریر آرا نظام الملک بر روئے زمیں باشد

لوائے شاہ با انا فتحنا ہم قریں باشد | برو نقش و نگار آیہ فتح مبیں باشد | خدایا شوکت و اقبال سلطانش از یں باشد
مہ خورشید تا رخشاں سر چرخ بریں باشد || سریر آرا نظام الملک بر روئے زمیں باشد

رواں فرمان ارض ہند تا سام و چیں باشد | وفائے خسرو ذی جاہ در دلہا مکیں باشد | زبانش تابع فرماں جہاں زیر نگیں باشد
مہ خورشید تا رخشاں سر چرخ بریں باشد || سریر آرا نظام الملک بر روئے زمیں باشد

لوائے شاہ با آیات نصرت ہم قریں باشد | علم انا فتحنا پرچم مبیں باشد | بدست او کلید کعبۂ ایمان و دیں باشد
مہ خورشید تا رخشاں سر چرخ بریں باشد || سریر آرا نظام الملک بر روئے زمیں باشد

بجاہ و عمر و دولت و ممالک تاج و نگیں باشد | اگر لطف حیدر کرار ختم المرسلیں باشد | نگہبانش خدائے پاک رب العالمیں باشد
مہ خورشید تا رخشاں سر چرخ بریں باشد || سریر آرا نظام الملک بر روئے زمیں باشد

الٰہی شوکت سلطاں تا یوم دیں باشد | ہمایوں جشن جمشیدی بہ آئیں ہمیں باشد | دعا از ما و آمیں از لب روح الامیں باشد
مہ خورشید تا رخشاں سر چرخ بریں باشد || سریر آرا نظام الملک بر روئے زمیں باشد

حیدرآباد کا نشاۃ ثانیہ

از ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب ایم اے پی ایچ ڈی پروفیسر جامعہ عثمانیہ

صبح دکن کے قابل مدیر کی یہ خواہش تھی کہ میں اس نمبر کے لئے اس امر پر بحث کروں کہ دور حاضرہ دکن خصوصیات کی بناء دکن کا نشاۃ ثانیہ (رینے سانس)

Renaissance

کہلایا جا سکتا ہے یہ ایک ایسا سوال ہے کہ جس کا جواب صحیح معنوں میں آئندہ نسلیں ہی دے سکتی ہیں ہم ایک حیثیت سے اس ماحول کی پیداوار ہیں اور دوسری حیثیت سے اس کی زندگی کے معاون اور پرورش کرنے والے۔ ایسی صورت میں ماحول کی تحلیل ہمارے لئے ایک مشکل کام ہے حقیقت ہے کہ انسان خود اپنی زندگی میں اپنی حالت کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتا اسی طرح اگر اپنے ماحول کی تصویر کھینچنے کی کوشش کی جائے تو تناسب کا قائم رکھنا ایک مشکل طلب امر ہوگا جو لوگ ایسی کوشش کرتے ہیں (خصوصاً یورپ میں) وہ ہر روز نئی نئی تصویریں دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں لیکن ہر تصویر میں کچھ نہ کچھ خامی رہ جاتی ہے یہ تصویریں اکثر پروپگنڈا کا آلہ ہوتی ہیں۔ چونکہ میرا مقصد یہ نہیں ہے اس لئے جناب مدیر یہ توقع نہ رکھیں کہ میں دور کی کوئی خاص تصویر ان کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ البتہ نفس مضمون کا کوئی ٹکڑا کر کے دو ایک ایسے پہلوؤں کی طرف اشارہ کر دوں گا جن کا نشاۃ ثانیہ کی بحث میں اکثر خیال رکھا جاتا ہے۔

رینے سانس ایک فرانسیسی لفظ ہے جس کے عام لغوی معنے "احیاء علوم و فنون" ہیں۔ چونکہ یہ لفظ یورپی ارتقائے تہذیب کے ایک خاص دور کی خصوصیات کا حامل رہا ہے اس لئے اس کے تاریخی معنی کسیقدر محدود ہو جاتے ہیں احیاء علوم و فنون سے یہاں مراد ان علوم و فنون کا احیاء ہے جو قدیم یونانی ذہنی تاثرات سے چودھویں اور سولھویں صدی کے درمیان۔ یورپ میں پیدا ہوئے لیکن جہاں تک واقعات کا تعلق ہے میرے خیال میں رینے سانس کا مفہوم ان تاریخی اور لغوی معنوں سے زیادہ وسیع ہے جس کے لئے ہمارے ہاں نشاۃ ثانیہ کی اصطلاح شائستہ وضع اور موزوں ہے یوروپین رینے سانس نے بلاشبہ یوروپین علوم و فنون کو زندہ کیا لیکن اس کا دائرہ عمل علوم و فنون تک ہی محدود نہ رہا بلکہ اس کے اثرات ہر شعبۂ زندگی میں کام کرتے رہے سلسلۂ واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے میرا یہ کہہ سکتا ہوں کہ رینے سانس بجائے خود ایک اور قوت کا نتیجہ ہے جو علوم و فنون کی طرح انسان کی دیگر سرگرمیوں پر بھی اثر انداز ہوئی۔

یہ قوت یا حرکت نتیجہ ہے ان معاشی ضروریات کا جن کو ترکوں کی فتوحات کی وجہ سے یورپ نے شدت کے ساتھ محسوس کیا ایک طرف سے یونانی علماء اور ماہرین فن ترکوں کے خوف سے مغربی ممالک میں پناہ گزین ہوتے ہیں اور تعلیم کو معاش کا ذریعہ قرار دیکر ان ممالک میں تعلیم و فن کو زندہ کرتے ہیں دوسری جانب سے جب ترقی و تجارت کی راہیں ترکوں کی وجہ سے بند ہو جاتی ہیں تو نئے راستوں کی تلاش و جستجو شروع ہو جاتی ہے کوئی آفریقہ ہوتے ہوئے ہندوستان پہنچتا ہے اور کوئی راہ بھٹک کر ایک نئی دنیا کے کنارے جا لگتا ہے۔ پھر دولت کے نئے منابع شروع ہو جاتے ہیں۔

یاد رہے کہ رینے سانس کے آغاز سے پہلے یورپ میں ہر طرف جہالت اور تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ ذہن انسانی پابہ زنجیر ہو چکا تھا۔ روشن خیال عالم سے محروم تھے۔ ان کے مذہبی پیشوا انکشاف

لکھنا پڑھنا جانتے تھے لیکن ان کا علم بالکل محدود
تھا۔ جو چیز ان کے مذہب سے موافقت نہیں
رکھتی تھی وہ انسان کے سیکھنے کے قابل ہی نہیں
ہو جاتی تھی۔ اس طرح نہ فلسفہ فروغ پا سکتا تھا اور نہ
سائنس اور نہ الحاد و بے اعتنائی جو جذبات لطیف
اور حسن و عشق کی ترجمانی کر سکتی۔ لیکن جب
نئے سائنس کی تحریک شروع ہوئی [illegible]
ہیں نے اور بیان کر دیتے ہیں، تو انسانی دماغ
کو تقریباً [illegible] سب ہو لی [illegible]
[illegible] ہوا تھا۔ آہستہ آہستہ لوگوں نے زندگی
زندگی کے ہر شعبہ میں آزادی کی لہر اٹھنے لگی۔
حسن و عشق میں بھی جان آگئی [illegible]
[illegible] کے مذہبی تخت پر جلوہ افروز ہوا تو یہ کہہ
[illegible] ٹھکرا دیا۔ سے تخت پاپائی سے الٹ دیا گیا
کیونکہ خدا نے اس تخت کو سر پر رکھا ہے اس
طرح اس نے بھی اپنی ذہنیت کو مذہب سے آزاد
کرنا چاہا۔ یہ زیادہ ذہنی ماحول جو نئے سائنس
نے [illegible] کے ہاتھوں یورپ میں پیدا ہوگیا
تھا۔ لیکن آزادی ایک دن کی کمائی تو نہیں ہوتی۔
اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ چیز بھی ذہن نشین رکھنی
چاہیئے کہ جب کبھی آزادی اپنے قیود سے باہر جاتی
ہے تو پھر وہ ٹھوکریں کھانے لگتی ہے جس کی بہترین
مثالیں یورپ میں مل سکتی ہیں۔
صنوبر باغ میں آزاد بھی ہے پابہ گل بھی ہے
انہیں پابندیوں میں حاصل آزادی کو تو کرلے

جب تک اس اصول پر آزادی پابند رہتی
ہے جو اپنے جلوے دکھاتی اور انسان کو صحیح
معنوں میں زندگی بسر کرنے کا موقع دیتی ہے لیکن
آزادی اور پابندی کے ایسے حدود باہمی ایک
کشمکش کا نتیجہ ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج
سے پانچ سو سال پہلے یورپ میں جو نئے سائنس
پیدا ہوا تھا۔ وہ اب تک اسی قسم کی کشمکش میں
مبتلا ہے
اس یورپین نئے سائنس سے کئی سال پہلے

ایک اور نئے سائنس ظہور میں آچکا تھا
اور وہ بھی ایک ریگستان میں جس
کو ملک عرب کہتے ہیں۔ یورپ میں
نشاۃ ثانیہ کا فروغ یونانی زندگی
کا از سر نو پیش پا آزمودہ کرنا تھا
اور عرب کی نشاۃ ثانیہ کا فرض
خدا کی شریعت کو از سر نو کرانی
دینا تھا۔ عرب میں جہالت تھی
اور یورپ سے پڑھ کر تھی لیکن یہ
ذہن عرب کے اس نئے سائنس کی
بدولت ایسے بھی گذرے جو مغرب
کیلئے قابل رشک تھے۔ عرب "نئے
سائنس" سے پہلے سرزمین مغرب میں
بھی "نشاۃ ثانیہ" کا ایک دور آیا
جس کی حکومت گہنا کر جیسا کہ
کرتی رہی۔ یہ بھی چند دن کی
سرگذشت تھی۔
اب ملک دکن کی طرف توجہ
کیجئے۔ جب یہ مبارک دورہ دور
عثمانی شروع ہوا تو دکن کی حالت
اگر دکن کی عام رعایا کی ذہنیت کا لحاظ
رکھا جائے تو تقریباً برٹش انڈیا کی
سی تھی لیکن جب مہذب طبقہ کا قبل
کیا جاتا ہے تو ایک حد تک بیگانہ
تھی۔ برٹش انڈیا میں کسی قدر مغربیت
طاری تھی یعنی یورپین "نئے سائنس"
کے اثرات زیادہ نمایاں تھے اور
دکن میں مشرقی اثرات کی حکمرانی تھی
بہر حال کشمکش یہاں بھی جاری تھی
اور وہاں بھی۔ دور آخرہ کی سب
سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ مصالحت
کا بیج سب سے پہلے اسی عہد
میں بویا جاتا ہے۔
مشرق اور مغرب کا یہ
سنگم قرار دیا جاتا ہے اور ہر تجارت

کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ سب
ایک ہی سرچشمے یعنی ذہن انسانی کے بچے
ہیں اور ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے سے
الگ تھلگ نہیں رہ سکتے۔
اس یگانگت اور یکسوئی کی اہم
کڑی وہ علمی مرکزیت ہے جو اس وقت
دکن کو حاصل ہو رہی ہے اگر اس علمی
مرکزیت کو صحیح وسعت اور وہ
عالمگیر اسپرٹ پیدا کی جائے جو احیاء
علوم کا اصل منشا رہا ہے تو بہت جلد ہم
ایک نئے دور کا آغاز کر سکتے ہیں علاوہ
اس علمی پہلو کے دکن کی موجودہ معاشرت
و تہذیب بھی "تبدیل موسم" کا پتہ
دے رہی ہے۔ میں اس سے پہلے عرض کر چکا
ہوں کہ دکن کے دور حاضر پر اب تک
مغرب سے زیادہ مشرق کے اثرات
چھائے ہوئے تھے اور دکن نے ان
اثرات کی تمامی پرورش کی لیکن
اب مغربی اثرات بھی مشرقی
میں شیر و شکر ہو رہے ہیں اور ایک نیا
نظام معاشرت تیار ہو رہا ہے جس کے
متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ بالآخر
کیا صورت اختیار کرے گا
دکن اب بہ حیثیت مجموعی
تین زبردست تحریکات کا سنگم ہے
مغربی۔ عربی۔ اور آریائی نئے سائنس
کے اثرات یہاں موجود ہیں۔
ان تینوں تحریکوں کا جو حشر ہوا
ان سے ہمیں بے خبر نہیں رہنا چاہئے
مغربی نشاۃ ثانیہ انسانی دماغ کو
آزاد کرنے کیلئے آیا تھا۔ لیکن ہم
دیکھتے ہیں کہ یہ آزادی رفتہ
رفتہ صرف مغرب ہی تک محدود
ہو جاتی ہے اور بالآخر
"قومیت" کی چار دیواری

میں محصور ہو جاتی ہے قومیت کے زبردست
احساس اور فروغ نے خود اہل مغرب کو
ایک دوسرے سے بیگانہ بنا دیا اور ذہنی
آزادی کا جو اصل مقصد تھا وہ نظروں سے
اوجھل ہو گیا۔ یہی نہیں بلکہ جب یورپین
قومیت غیر ممالک میں قدم رکھتی تو غیر
اقوام کے دل و دماغ کو اپنے قبضہ میں
لانے کی کوشش کرتی ہے۔ تقریباً
ڈیڑھ سو سال سے ہندوستان اسی کا
تختہ مشق بنا ہوا ہے جس کے نتائج ہم

اپنی تعلیمی زندگی میں خصوصیت کے ساتھ
دیکھ رہے ہیں
عربی نشاۃ ثانیہ عالمگیر اتحاد کا پیام
لیکر آیا تھا لیکن وہ بھی فرقہ بندی کی زد
سے نہیں بچ سکا۔ اسی طرح آریائی
تحریک کی اصلی شان ذات پات کے
جھگڑوں میں گم ہو گئی اب یہ تینوں بیداری
کی تحریکیں اپنی حقیقی صورت میں منتقل نظر
آسکتی ہیں۔ جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں
دکن میں ان تینوں کے آثار

موجود ہیں ان کے قالب میکنزم قالب میں ڈھل
جا سکتے ہیں انکی حقیقی اسپرٹ سے ایک نئی تحریک
کی تعمیر کیجا سکتی ہے جو انسان میں وسعت نظر اور
عالمگیریت کے جوہر پیدا کر سکے گی اور جس کو ہر قوم
و ملت کا آدمی بے اختیار خاص اپنی چیز سمجھنے لگے۔
اس بارے میں ہمارا پہلا قدم ایک حد تک پیدا شدہ
مادی اور ذہنی ترقی کے تخم بوئے جا چکے ہیں سوچنے
والے دماغ اگر رہنمائی کریں اور خطرناک خطرات سے
محفوظ رکھا جائے تو توقع ہے کہ یہاں سے اس نشاۃ
ثانیہ کا طلوع ہو سکے ہمیں آرزو ہے۔

کہ بن کے فخر سلاطین یہ تاجدار آیا

از جناب محمد عظمت اللہ خاں صاحب

خوشا نصیب کہ پھر موسم بہار آیا
وہ شام عیش کی وہ روز وصل یار آیا

دعائیں دینے کو اٹھو ہی شہ کی سالگرہ
ہر ایک گھر پہ دل شادماں پکار آیا

بہار آئی ہے ساقی کی نذر کو زاہد
کہ ٹکڑے توبہ کے لے کے بادہ خوار آیا

نگاہ لطف کا نشہ کی سرور کیا کہیے
کہ جب یہ پڑ گئی اسکو وہیں خمار آیا

خدا دراز کرے عمر شاہ عثماں کی
کہ بن کے فخر سلاطین یہ تاجدار آیا

اٹھے جو ہاتھ اجابت کو کچھ نہ دیر لگی
دعا ادھر کی ادھر فضل کردگار آیا

فدا ہیں ایک نہیں جشن شاہ پہ سرمد
نثار ہونے کو ہر ایک جاں نثار آیا

بقیہ مضمون صفحہ (۱۰)

دلیل زائد مقدمات کی تعداد میں دائر ہوتا ہے کیونکہ اگر رعایا کو عدالتوں پر بھروسہ نہ ہو تو ادھر کا رخ بھی نہ کریں عدالتوں کے لحاظ سے اہل ملک کے نمائندے وکیل پیشہ اصحاب ہیں انہوں نے حال میں کہیں یہ سن پایا تھا کہ عہدہ داران مال کو پھر حسب سابق عدالتی اختیارات عطا کرنے کی تجویز ہو رہی ہے آپ پر کانفرنس وکلاء مرہٹواڑہ بہ مقام گلبرگہ شریف خورداد ۱۳۴۳ف میں منعقد ہوئی تھی بڑی شد و مد کے ساتھ یہ تحریک پاس ہوئی کہ چونکہ اس انتظام موجودہ میں نہایت سہولت و اطمینان ہے اور ملک اس کام سے ہر طرح مطمئن ہے اس میں کوئی رد و بدل نہ فرمایا جائے اسی طرح تعلقہ قندھار داودگیر وغیرہ مقامات کے وکلاء نے بھی لمبیاں کر کر کے تجویز پیش کیں کہ موجودہ انتظام نہایت اطمینان بخش ہے اسکیم نافذ شدہ کو برقرار رکھا جائے نیز بعض جگہ کی رعایا کی طرف سے بھی اس کے متعلق محضر پیش ہوئے۔

کثرت مقدمات کی نسبت اس جگہ ایک لطیفہ نقل کر دینا غالباً لطف سے خالی نہ ہوگا میں نے اگلے وقتوں کے بعض بڑے بوڑھوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ جتنے جتنے شفاخانے قائم ہوتے جاتے ہیں ملک میں بیماریاں بڑھتی جاتی ہیں اور جس قدر عدالتیں زائد ہوتی جارہی ہیں لڑائی جھگڑے بڑھتے جاتے ہیں گویا بیماریوں کے پھیلانے والے ڈاکٹر ہیں اور فساد کی جڑ عدالتیں مگر حقیقت یہ ہے کہ جہاں شفاخانے نہیں ہوتے وہاں خبر بھی نہیں ہوتی کہ کیا کیا بیماریاں اہل ملک کو پریشان کر رہی ہیں کتنے بیمار پڑے ایڑیاں رگڑ رہے ہیں اور کتنے بن آئی مر گئے اسی طرح جہاں عدالت نہ ہو وہاں نہ مال محفوظ نہ جان محفوظ نہ آبرو محفوظ کوئی کسی کی فریاد کو نہیں پہونچ سکتا چور ڈاکو قاتل اکڑتے پھرتے ہیں اور مظلوم آٹھ آٹھ آنسو روتے ہیں اب میں اپنے سلسلہ بیان کو پھر شروع کرتا ہوں:۔

حضرت اقدس و اعلیٰ کی اس اصلاح عظیم کو دیکھکر بڑے بڑے مہذب ممالک دنگ رہ گئے اور بعض نے حضور بندگان عالی کی تقلید میں اسی راستہ پر قدم اٹھایا۔

ہمارے بادشاہ عدل پرور کو عدالتوں کی عزت و شان میں بھی اضافہ کا ہمیشہ خیال رہا ہے چنانچہ اختیار انصاف کے ساتھ ساتھ یہاں عدالتوں کے انتظام میں بھی ترقی ہو رہی ہے اور عدالتوں کی رفعت و مرتبہ کے اعتبار سے مکانات تعمیر ہوتے جارہے ہیں عثمانیہ عدالت عالیہ یعنے حیدرآباد ہائی کورٹ کی رفیع الشان عمارت جو بیس لاکھ روپیہ میں تیار ہوئی ہے۔ اپنی نظیر آپ ہے ہندوستان کے دوسرے ہائی کورٹ کی عمارتیں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں ۱۳۳۸ف میں حضرت اقدس اعلیٰ نے بہ نفس نفیس اپنے دست مبارک سے اس کا افتتاح فرمایا تھا اس جانثار نے اس موقع پر اہل ملک کے جذبات مسرت کی ترجمانی ایک قصیدہ میں کی تھی۔

حضور اقدس نے ہائی کورٹ و حجان ہائیکورٹ کی عزت افزائی کیلئے عدالت عالیہ کو منشور خسروی بھی مرحمت فرمایا ہے یہ وہ فرمان شاہی ہوتا ہے جو متمدن ممالک میں بادشاہ وقت کی طرف سے ہائی کورٹ کے ججوں کو عنایت فرمایا جاتا ہے۔ اور جس کے ذریعہ سے گویا اختیارات شاہی ججوں کے سپرد فرما دئے جاتے ہیں۔

اس منشور مبارک نے عدالت کی عزت و وقعت میں اور چار چاند لگا دئے۔ حضرت بندگان عالی کے عہد دولت مہد میں قانون خفیفہ بھی نافذ ہوا جس کی رو سے متعدد نظامبر و منصفین کو اختیارات خفیفہ دئے گئے اور اس سے زائد کے معمولی مقدمات کے بعجلت تصفیہ پانے کی صورت پیدا ہو گئی۔

دیسی ریاستوں کے عہدہ داران عدالت میں لیاقت علمی و دیانت کی کمی دیکھی جاتی ہے مگر یہاں وہ حالت نہیں ہے ولایت کے پاس شدہ بیرسٹر مختلف یونیورسٹیوں اور عثمانیہ یونیورسٹی کے ایل ایل بی اور سیول سرویس کامیاب اشخاص بہ تعداد کثیر جوڈیشل عہدوں پر مامور کئے گئے ہیں اور ان کی دیانت کو تقویت دینے کیلئے ان کی تنخواہوں میں معقول اضافے فرمائے گئے ہیں۔ مثلاً منصف جو پہلے ڈیڑھ سو دو سو پاتے تھے اب چار سو روپیہ ماہانہ پاتے ہیں حضرت اقدس و اعلیٰ کی عدل گستری و نصفت پسندی کی صراحت کے لئے ایک مستقل جداگانہ تصنیف کی ضرورت ہے اسلئے اب میں یہ مضمون کہ یہ لکھکر ختم کر دیتا ہوں کہ:۔
سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

از دربار شہنشاہ پہلوی ایران طہران

ازطرف قرین الشرق اعلیٰحضرت ہمایوں شہنشاہی دامت سلطنتہٗ ایک قطعہ مڈل یادگار تاج گزاری بہ آقائے ممتاز علی خاں بے مثل شیرنی ساز عطا کردیدہ در استعمال آں مجاز می باشد و امہر ۱۳۲۰ھ مہر خاص پہلوی وزیر دربار پہلوی

حافظ ممتاز اینڈ برادرس دار الشفاء روبروے مسجد

سے ہر قسم کی مٹھائیاں اور مصنوعی میوے طلب کئے جا سکتے ہیں۔

دکن میں صنعت و حرفت اور اس کا مستقبل

از جناب میر محمود علی صاحب ایم اے لکچرار سٹی کالج

دکن جس سرزمین کی سنگتراشی کے بعض قدیم نمونے غار ہائے ایلورہ اور اجنٹہ کے نام سے آجتک عجائبات روزگار بنے ہوئے ہوں. تو اس سے خود اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ زمانہ ماضی میں وہاں صنعت و حرفت کی ترقی کا کیا عالم ہوگا؟

حقیقت یہ ہے کہ زمانہ قدیم سے لیکر سلطنت مغلیہ کے زوال تک ممالک ایشیا، افریقہ اور یورپ میں ہندوستانی اشیا کو جو خراج تحسین ملتا رہا دکن اس میں برابر کا شریک تھا مصنوعات دکن کی قدر و منزلت اس وقت ایسی ہی تھی جیسے اس وقت ولایتی مال کی ہوتی ہے یہ واقعہ ہے کہ سترھویں صدی میں ٹاورنیر نامی ایک فرانسیسی سیاح نے محض گولکنڈہ کے ہیرے دیکھنے کی خاطر کوئی پانچ چھ مرتبہ ہندوستان کا سفر اختیار کیا تھا.

ہیرے اور جواہرات ہی نہیں بلکہ دکن میں لوہے سے لیکر سونے تک اور رنگ سلو سے لیکر سنگ مرمر اور ابرک تک ہر قسم کی معدنیات کے خزانے بھرے ہیں جو کوئی قدر جستجو کرے گا وہ اسی قدر اپنی محنت کا پھل پائے گا۔

چنانچہ سرسالارجنگ اعظم کے عہد وزارت یعنی ۱۸۷۵ء میں بمقام سنگارینی جو کوئلہ کی کانیں دریافت ہوئی تھیں ان سے آجتک پورے جنوبی ہند کے لئے کوئلہ کی رسد مہیا ہوتی ہے

جس طرح ملک دکن معدنیاتی خزانوں سے مالا مال ہے اسی طرح حیوانی اور جنگلاتی پیداوار کی کوئی کمی نہیں اس وقت بھی زراعت کے اعتبار سے اور خاص کر روغنی تخم اور روئی کی کاشت کی بناء پر دکن کا شمار دنیا کے عظیم الشان زراعتی اور پیداوار ملکوں میں ہوتا ہے.

لیکن اس کے یہ معنی قرار دینا کہ دکن صرف زراعتی ملک ہے. بہت بڑی غلطی ہے گو اس وقت بھی پچاس فی صد سے زیادہ باشندگان ملک کا پیشہ زراعت ہی ہے لیکن دکن ہمیشہ سے زراعتی ملک بھی رہا ہے اور صنعتی بھی آج تک ہمارے اضلاع اور دیہات میں قدیم اور منقرضہ دستکاریوں کے علاوہ مخصوص مقامی دستکاریاں ہر طرح زندہ ہیں مثلاً اورنگ آباد کے کمخاب اور ہمرو. نارائن پیٹھ اور سنگاریڈی کی سوتی اور ریشمی ساڑیاں اور محبوب نگر اور سلع بیٹھ کے کمبل اور بیدر کی بدری صنعت سے کون واقف نہیں گو یہ صحیح ہے کہ رفتار زمانہ کے مطابق یہاں بھی کلکاری کے مقابلہ میں دستکاری کو جگہ خالی کرنا پڑ رہا ہے. لیکن برطانوی ہند میں صنعت کی تباہی کی جو درد بھری داستان ہم کو بتائی جاتی ہے اس سے دکن بہت بڑی حد تک محفوظ رہا ہے.

باوجود اس کے دکن کا وسیع رقبہ اور آبادی اور ہر قسم کی پیداوار کی فراوانی دیکھ کر جب یہاں کی اشیاء کی درآمد و برآمد کا موازنہ کیا جائے. تو اس بات پر سخت افسوس ہوتا ہے کہ سب خام پیداوار یہاں سے باہر جاتی ہے اگر اس کے لئے مختلف صنعتیں بڑے پیمانہ پر ملک میں جاری کر دی جائیں تو ملک کی دولت میں کس قدر اضافہ ہو سکتا ہے. اور کتنے آدمی کام پر لگ سکتے ہیں صرف روئی ہی کی تجارت کو لیجئے تو تقریباً سات کروڑ روپیہ کی روئی ہر سال باہر بھیجی جاتی ہے گو اس وقت روئی صاف کرنے اور اس کو دبانے

پھلی پھوڑنے اور تیل نکالنے اور آٹا پیسنے کی بہت سی گرنیاں اور شہر میں ہر جگہ چکیاں بعض دیہات میں بھی قائم ہو چکی ہیں علاوہ ازیں پارچہ بافی کے چار پانچ بڑے کارخانے بھی موجود ہیں اور متفرق بھی دو چار کارخانے ہیں جن میں سمنٹ کمپنی سب سے زیادہ منافع حاصل کر رہی ہے۔ لیکن یہ موجودہ صورت حال ناکافی ہے۔

خصوصاً جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس مبارک دور عثمانی میں ایک طرف تو ملک میں سڑکوں اور ریلوں کا جال بچھایا جا کر ذرائع آمد و رفت میں غیر معمولی ترقی ہو رہی ہے۔ خود دار السلطنت حیدرآباد میں تو آج کل ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ ایک نیا شہر بسایا جا رہا ہے۔ دوسری طرف مادری زبان کو اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ قرار دیکر جامعہ عثمانیہ سے علم کے دریا بہائے جا رہے ہیں۔ تو ضرورت اس امر کی بھی ہے کہ ملک سے نہ صرف افلاس اور بے روزگاری کو مٹایا جائے گا بلکہ باشندگان ملک کی خوش حالی اور فارغ البالی کو بڑھانے کے ذرائع پیدا کئے جائیں گے

یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ حیدرآباد کی ترقی کا راز ملازمت میں نہیں بلکہ زراعت اور صنعت و حرفت کی ترقی میں مضمر ہے۔

آج سے دس سال قبل صنعتی کمیشن ہند نے جو رپورٹ شائع کی ہے اس کا مطالعہ بہر صورت محب وطن کے لئے نہایت ضروری ہے۔ منجملہ دیگر تجاویز کے سب سے اہم تجویز یہ رہی ہے کہ حکومت ملک کی صنعت و حرفت کی سرپرستی کو اپنا فریضہ سمجھے چنانچہ ہمارے یہاں سرکار عالی کی طرف سے نہ صرف ایک محکمہ صنعت و حرفت قائم ہے اور وہ اپنا کام بخوبی انجام دے رہا ہے بلکہ یہ کہا جاتا ہے صنعت و حرفت کی آئندہ ترقی کے لئے سرکار عالی نے ایک کروڑ کی رقم منظور فرمائی ہے۔

لہٰذا ایک طرف سرکار عالی کی توجہ اور سرپرستی اور دوسری جانب اہل ملک کی پیش قدمی اور دلچسپی پر دکن میں صنعت و حرفت کا مستقبل نہایت درخشاں ہو سکتا ہے خصوصاً جب کہ ہمارے پاس سارے عاملین پیدائش زمین محنت اور اصل موجود ہیں تو اب سوال صرف تنظیم کا رہ جاتا ہے اور اسی تنظیم کی خوبی پر مستقبل کی کامیابی کا دارومدار ہے۔

صنعت و حرفت کی ترقی میں باشندگان ملک کا عملاً کوئی حصہ نہ لیکر سارا بوجھ صرف محکمہ پر ڈال دینا کسی طرح مناسب نہ ہوگا اس سلسلہ میں محکمہ موجودہ طریقوں کے سوا اردو اور دیگر ملکی زبانوں میں ماہواری رسالے اور سالنامے ڈائرکٹری شائع کر کے اور دیگر ذرائع سے کام لیکر ملک کو وقتاً فوقتاً تجارتی اور حرفتی حالات اور جدید انکشافات اور تجربات سے آگاہ کرتا رہے اور ساتھ ہی ایک صنعتی بنک قائم کر کے یا کسی اور بہتر طریقہ پر آسان شرائط کے ساتھ قرضہ دیکر ملک کی صنعتوں کی سرپرستی کرے تو کامیابی کی بہت کچھ توقع ہو سکتی ہے۔ مزید براں دیگر محکموں بالخصوص جماعت ہائے امداد باہمی کی امداد اور ضلع اور تعلقہ کی مجالس لوکل فنڈ کی اعانت بھی اس معاملہ میں ہو تو نہ صرف کاریگروں اور دستکاروں کی ذہنی، اخلاقی، جسمانی اور مالی حالت بہتر ہو سکے گی بلکہ بہت سی گھریلو صنعتوں کی ترویج اور احیاء اور بیشتر مصنوعات ملکی کی نکاسی کے ذرائع خود بخود نکل آئیں گے خواہ وہ کسی مقامی جاترا یا عرس کے زمانہ میں ہو یا کسی خاص نمائش کے سلسلے میں

(اگر محکمہ اس کو مداخلت نہ سمجھے) تو کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ سرکاری ماہرین فن کی تحقیقات کے علاوہ بعض ایسے سرکاری و غیر سرکاری اراکین کی مختصر سی کمیٹی بنائی جائے جن کو اپنے طور پر ملک کے مقامی اور ضلعی حالات کا علم اور دلچسپی ہو اور یہ کمیٹی دورہ کر کے جلد تر اپنی رپورٹ پیش کرے اس رپورٹ اور ماہرین فن کی رپورٹ پر مناسب طور پر غور کرنے کے بعد ایسے ذرائع اختیار کئے جائیں جس میں ملک کی زیادہ بہتری ہو۔ یا کم از کم ایسے اشخاص کو بطور خود ملک کی صنعت و حرفت کے متعلق کوئی تجاویز پیش کرنا چاہئیں۔ اس کا موقع دیا جائے۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ جو کام سررشتہ کرنا چاہتا ہے اس کے علاوہ بعض ایسی صنعتیں جو اس وقت دم توڑ رہی ہیں۔ حکومت کی سرپرستی سے ان میں جان پڑ جائے گی اور بعض ایسی صنعتوں کے حالات روشنی میں آسکیں گے۔ جو ذرا سی ترمیم کے بعد نہایت کامیابی سے چل سکیں گی ممکن ہے کہ اس سلسلہ میں بعض بالکل جدید مقامی صنعتوں کے امکان کا انکشاف بھی ہو۔ غرض سررشتہ جس قدر بھی فراخدلی اور کارروائی سے کام لے اچھا ہے۔ ساتھ ہی ابنائے ملک اور خصوصاً وہ حضرات جن کو ملک کے حالات سے واقفیت ہو وہ اپنے معلومات کی بناء پر جو بھی مفید تجاویز پیش کر سکیں مناسب ہے۔ اب یہ سررشتہ کی سرپرستی صحافت کی رہبری تعلیم یافتہ اور ذی اثر اصحاب کی کوشش پر منحصر ہے کہ وہ پبلک کی ذہنیت کو بدل دیں اور اسی کوشش میں کامیابی پر منحصر ہمارے شاندار صنعتی مستقبل کا دارومدار ہے۔

حیدرآباد

کی پبلک کو معلوم ہے کہ ہم نے ترکی ٹوپیاں (مختلف اقسام کی) ولایتی۔ بوٹ۔ شوز۔ پمپ شوز۔ زنانی و مردانی (باٹا۔ ہیلن۔ ڈاسن۔ ٹپ ٹاپ مین فوٹ ویر۔ ربیہ برانڈ۔ اسمارٹ فوٹ ویر۔) ودیسی (فلکس۔ پی یم گڈلک۔ برٹس۔ تھری سامان برانڈ۔ ولوٹینا۔ گڈلائٹ۔ گولڈلک۔) ہمہ اقسام کے اونی سوئیٹر و سوٹ کوٹ۔ ریل اوور بلانکٹ۔ ایران کے بہترین کیاب قالین۔ نئی وضع کی ریشمی و سوتی دستیان۔ پائدار خوشنما ریشمی و سوتی پاتابہ۔ چرس کے سینٹ۔ شیروانی کیلئے مختلف رنگ کی گنڈیاں۔ صابون وغیرہ کا بہترین اسٹاک انگلستان و دیگر ممالک سے کثیر مقدار میں منگوایا ہے۔ ہمارا یہ توقع رکھنا کہ آپ تشریف لاکر ہماری حوصلہ افزائی فرمائینگے۔ ہرگز بیجا نہیں ہے

اضلاع کیلئے فرمایشات کی تعمیل نہایت دیکھ بھال کیساتھ جلد از جلد کیجاتی ہے۔

پتہ: محمد اعظم معین الدین۔ ٹرکش کیاپ شوز اینڈ جنرل مرچنٹ سالار جنگ بلڈنگ حیدرآباد

بسنت جیٹیل ہیر آئل

امتحان کردہ محکمہ دار التجربہ سرکار عالی

مقوی دماغ، مقوی بصارت، بہترین خوشبودار، بال بڑھانے میں لاثانی ہم اس بے مثل قدر ایجاد کی اشتہاری تعریف کرنا نہیں چاہتے صرف ایک مرتبہ کی آزمایش کے مستدعی ہیں آپ خود اسکی خوبیاں ظاہر ہوجائیگی البتہ یہ عرض کرنا بیجا نہ ہوگا کہ فواید و خوشبو کے لحاظ سے کوئی تیل اسکا مقابلہ نہیں کرسکتا قیمت فی شیشی ایک روپیہ ہر دکان سے دستیاب ہوسکتی ہے اضلاع کے لئے بیوپاریوں کو نرخ میں خاص رعایت کیجائے گی۔

سول ڈسٹری بیوٹر

جی روہست برادرس علی میاں بازار حیدرآباد

اشتہار

ایس محمد علی اینڈ سنس ۱۱۱ اکسفورڈ اسٹریٹ سکندرآباد

سب سے بڑا فرنیچر کا کارخانہ جو قدیم ہونے کے علاوہ کفایت خوبصورتی اور پائیداری میں سارے مقامی فرنیچر ہوزوں سے بڑھ چڑھ کر ہے

کیونکہ

آپ کو کفایت شعاری کے ساتھ جدید وضع وقطع کا سب سے عمدہ خوبصورت اسباب خانہ داری کہیں ملسکتا ہے تو

ایس محمد علی اینڈ سنس سکندرآباد

ہی کے ہاں سے ملیگا۔ فرنیچر۔ کراکری وکٹلری وغیرہ وغیرہ جملہ ضروریات آرایش بنگلہ شادی ضیافت اور عصرانہ کی رونق بڑھانے کا سامان بکفایت کرایہ پر ملتا ہے اور فروخت بھی کیا جاتا ہے

ایک وقت تشریف لاکر اس کا اندازہ فرمایئے

قایم کردہ ۱۸۹۹ء

ایک دلچسپ حکایت

(یوں تو)

مملکت دکن میں سینماؤں کی رفتار ترقی پر ہے اور دن بدن اسمیں اضافہ ہوتا جاتا ہے مگر پبلک کی دلچسپی اور آسائش کیلئے جن لوازمات کا ہونا ضروری ہے اس کا بہت کم انتظام ہے۔ صرف دو چار ہی سینما آپ کو ایسے نظر آئیں گے جو حقیقی معنوں میں سینما کہلائے جاسکتے ہیں ورنہ پبلک کو عام طور پر شکایت رہی ہے کہ نہ تو ڈرامے ان کی دلچسپی کی مناسبت سے دکھلائے جاتے ہیں اور نہ انتظامات ہی کچھ ایسے ہیں جو ان کی توجہ کو جذب کرلیں۔

چنانچہ کرشنا آپراہوز کا قیام اسی مقصد کے تحت عمل میں آیا ہے۔

سینما ہال نہایت خوشنما۔ خوبصورت۔ ہوادار۔ آرام دہ کرسیاں اور صوفے اور دیگر انتظامات بالکل باسلیقہ غرض یہ سینما اپنی نفاست اور خوبصورتی کے اعتبار سے بہت جاذب توجہ اور فرحت بخش ہے اور اس میں اب تک جتنے بھی ڈرامے دکھلائے گئے ہیں مشہور و معروف فلم کمپنیوں کے نتیجہ خیز سبق آموز۔ اور بے نظیر ڈرامے جس کا پبلک کو خود اعتراف ہے اور آئندہ بھی ہم بہتر سے بہترین ڈرامے بلکہ مشہور و معروف فلم کمپنیوں کے شاہکار ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے رہیں گے۔ امید ہے کہ پبلک اسطرح ہماری حوصلہ افزائی فرماتے رہے گی

المشتہر: منیجر کرشنا آپراہوز گلزار حوض حیدرآباد دکن

کلوو شریو ووکا تصرف

اس ہوٹل میں ضروریات چارخانہ کے علاوہ ہر قسم کے عمدہ کھانے وسالن ہر وقت تیار ملتے ہیں خاص بات یہ ہے کہ صرف ذاتی منفعت ہی ہمارا مقصد نہیں بلکہ خلق اللہ کی آسائش اور نفع ہمارے پیش نظر رہتا ہے اسی مناسبت سے ہم ہر چیز بہتر بالکل واجبی داموں پر سپلائی کئے جاتے ہیں صفائی و نفاست کا خاص طور سے لحاظ رکھا جاتا ہے اسکے علاوہ روزانہ صبح میں نہاری کا انتظام بھی ہے اور ہر یکشنبہ کے روز صبح میں مرغ کی نہاری خاص اہتمام سے تیار کی جاتی ہے۔

ماہواری خوراک کا بھی فرمائش پر انتظام کیا جاسکتا ہے

المشتہر

منیجر نفیس ہوٹل اسٹیشن روڈ نامپلی حیدرآباد دکن

نیم کا صابن

بحیثیت واقع جراثیم یہ کاربالک اور دیگر دواؤں سے مرکب صابونوں سے اپنی بہترین خاصیت کا دعوی کرتا ہے جسم یا جلد پر کوئی رگڑ خراش پیدا نہیں کرتا جلدی امراض مثلاً گرمی دانے سرخ باد۔ پھنسیاں خراش زہریلے گند سے زخم اس سے دھوئے جاکر آرام رہتا ہے بوجہ نفیس خوشبو ہونے کے عام استعمال میں لایا جاتا ہے نسخہ جات اطباء ڈاکٹر کے ساتھ تیار کئے جاتے ہیں اور ہمہ قسم کے یونانی ادویات۔ سامان ... کی مہیا رہتا ہے اور اضلاع پر بھی وی پی سے بھیجا جاتا ہے قیمت فی ٹکیہ ۹

پتہ

شبیر میڈیکل ہال افضلگنج حیدرآباد دکن

ٹامسن بین بام

یہ بام تمام دردون کے لئے بحد مفید ہے درد کمر درد سینہ گٹھنوں میں درد یا جسم کے کسی مقام پر بھی کیسا ہی درد کیوں نہ ہو۔ اس کے استعمال سے دفع ہو جاتا ہے جنکی تعریف میں سینکڑوں تدل سرٹیفکیٹ اور کئی تمغہ اس بام نے حاصل کیا ہے قیمت فی شیشی ۱۰ / عالی

دی اینگلو انڈین ڈرگ کیمیکل کمپنی جامعہ مسجد (بمبئی)

سول ایجنٹ پورن داس رنچھوڑ داس چار مینار مچھلی کمان حیدرآباد - برانچ جنرل بازار سکندرآباد

دنیا کا مشہور کامینیا آئل رجسٹرڈ

یہ تیل کئی قسم کی بڑی بوٹیوں سے تیار کیا گیا ہے اسکے استعمال سے بالونکا گرنا بند ہو جاتا ہے بال سیاہ ورنائم رہتے ہیں دماغی بیماریوں کو دفع کرتا ہے تقویت فرحت بخشتا ہے ۔۔۔ دماغی کام کرنیوالوں کیلئے بحد مفید ہے انکی مقبولیت ۔۔۔ سینکڑوں تدل سرٹیفکیٹ اور کئی تمغے حاصل کئے ہیں افریقہ سیلون امریکہ وغیرہ میں بھی یہ تیل بہت مشہور ہے کل ہندوستان میں کوئی مقام نہیں جہاں یہ تیل نہ ملتا ہو شوقین حضرات اسکو ضرور استعمال فرمائیں اور آج کل کے نقلی مالوں سے بچیں قیمت فی شیشی ۱۲ / عالی

دی اینگلو انڈین ڈرگ کیمیکل کمپنی جامعہ مسجد (بمبئی)

سول ایجنٹ پورن داس رنچھوڑ داس چار مینار مچھلی کمان حیدرآباد - برانچ جنرل بازار سکندرآباد دکن

اونول بہار رجسٹرڈ

[illegible] جو زمانہ حال کے نئے ایجاد کردہ طریق سے اصلی خالص پھولوں کی روح لیکر تیار کیا گیا ہے [illegible] خوشبو پھیلکر دل و دماغ کو خوش اور تازہ کر دیتی ہے اس میں کسی قسم کی آمیزش نہیں یہ عطر آپ اپنا نظیر ہے [illegible] [illegible] اس کی مشہوریت [illegible] اصلی اونول بہار کے بدلے کوئی دوسرا نقلی [illegible] [illegible] افریقہ سیلون کولمبو امریکہ وغیرہ میں بھی بہت سپلائی ہوتا ہے ہندوستان کے ہر مقام پر ملتا ہے قیمت [illegible] [illegible] دی اینگلو انڈین ڈرگ کمپنی کیمیکل (جامع مسجد بمبئی)

سول ایجنٹ پورن داس رنچھوڑ داس چار مینار مچھلی کمان حیدرآباد دکن - برانچ جنرل بازار سکندرآباد دکن

جریان کیلئے منوہر پلس رجسٹرڈ بہا

سے بہتر کوئی دوسرا علاج نہیں اگر آپ کا جسم کمزور ہو گیا ہو تو نت نئے امراض پیدا ہوتے ہیں ذرا چلنے پھرنے سے دم پھولنے لگتا ہے معلوم ہوتی ہے یاد داشت کم ہو گئی ہو کمر میں درد دیگر پوشیدہ وجوہات کے باعث سستی کمزوری مایوسی کا ان سب کو رفع کر کے نئی زندگی نئی جوانی نیا جوش پیدا کرکے بواسیر دفع کرتی ہے سوزاک ذیابیطس اور عورتوں کے رحمی خرابی کو دفع کرکے کھوئی ہوئی طاقت کو واپس لانے میں اکسیر ہے قیمت فی شیشی کلاں ۔۔۔ خورد ۔۔۔ علاوہ محصول ڈاک

المشتہر

ایورویدک میڈیکل ہال پنڈت سنولال ہرلال حکیم لکھنوی چوک

سید ان خان چار مینار حیدرآباد دکن

ایک نوواردکی دریافت

کیوں جناب کیا آپ کو معلوم ہے کہ مسافروں کے لئے مناسب نرخ پر آرام دہ قیام اور لذیذ طعام کا انتظام حیدرآباد میں کہاں ہے؟

ایک آزمودہ مسافر کا جواب

ہاں ترپ بازار۔ نزد اکسلیر سینما

پاک صاف ہوٹل!

جہاں بہترین آئسکریم اور ہر قسم کے خوش ذائقہ ماکولات و مشروبات بھی ہمیشہ تیار ملتے ہیں۔

دہوکہ باز عطر فروشوں سے بچئے

جو شہر میں یا اضلاع میں ہمارے کارخانہ کا ایجنٹ ہونا ظاہر کرکے عطر وغیرہ فروخت کرتے ہیں یا آرڈر لیتے ہیں

واضح رہے کہ ہمارا کوئی ایجنٹ ہندوستان یا ممالک محروسہ سرکار عالی میں نہیں ہے ہمارے کارخانہ کی

شاخ

چاندنی چوک دہلی۔ گلزار حوض حیدرآباد دکن

میں موجود ہے جہاں جملہ قسم کے عطریات۔ روغنیات۔ زردہ وغیرہ لکھنؤ کے مقررہ نرخ پر ملتے ہیں۔

جملہ خط و کتابت صرف

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے نام

ہونا چاہیے اگر کسی دوسرے نام سے خط روانہ کیجئے گا تو کارخانہ ذمہ دار نہ ہوگا فہرست مفت طلب کیجئے

Hyderabad Dn

العظمت للہ

January 1922

H. R. H

The Prince of Wales

سند

معطیہ حاجی طیب علی صاحب گتہ دار روشنی چارکمان حیدرآباد دکن

جنوری سنہ ۱۹۲۲ء مطابق سنہ ۱۳۳۱ف میں ہز رائل ہائینس پرنس آف ویلز کی تشریف آوری حیدرآباد فرخندہ بنیاد کے موقع پر آپ نے جو قابل قدر خدمات انجام دئے اسکے متعلق منجانب سرکار عالی اظہار خوشنودی کیا جاتا ہے۔ اور یہ صلہ حسن کارگزاری یہ سند بہ تابعیت حکم جہاں پناہی آپ کو عطا کی جاتی ہے۔

دستخط صدر نشین استقبال کمیٹی

دستخط صدر اعظم بہادر

اعلیحضرت قدر قدرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی

واقع ۱۲ امرداد ۱۳۳۸ف

صداقتنامہ مجریہ صدر محکمہ کوتوالی بلدہ نظام الملک آصفجاہ

تصدیق کیجاتی ہیکہ حاجی طیب علی گتہ دار روشنی بوقت مراجعت فرمائی سواری مبارک خداوندی از سفر دہلی صاحب موصوف نے روشنی کا جس طرح خوش اسلوبی سے انتظام کیا وہ لائق تحسین ثابت ہوا۔ اسلئے یہ صلہ کارگزاری یہ سرٹیفکیٹ دیا جاتا ہے

دستخط کوتوال بلدہ۔

Office of Supdt
of P.W.D
Residency

Dated 2nd April

Certified that messers Hajee Tayeb Ali and Sons have undertaken the work of illuminating the Hyderabad residency on the occasion of H.E. the Viceroy's visit. They have carried out the work satisfactorily

Superintending
P.W.D Hyderabad
residency

طاعون کیلئے حفظ ماتقدم

یہ قدیم مشہور دوا جسکا رجسٹرڈ نمبر ۱۲۹ ہے ۲۰ سال سے ملک کے نازک اوقات پر کام آرہی ہے جس کو بچہ بچہ بھی جانتا ہے مفید طاعون میں مریض کے لیے اکسیر حیات ہے تمام امراض اندرونی بیرونی کے علاوہ سانپ بچھو کے زہر کو دور کرتا ہے قیمت [illegible] ہر دکان سے ملتا ہے

منیجر

جیون دھارا کمپنی

تاجرانہ نرخ سے مال روانہ کیا جاتا ہے

غلام محی الدین اینڈ سنس جھنڈے فیاکٹری مچھلی کمان

حیدرآباد دکن وجملہ ضیافتی سامان۔

اردو گشتی کتب خانہ

امدادی سرکار آصفیہ خلد اللہ ملکہ

اس کتب خانہ کے ذریعہ جو مبارک عہد عثمانیہ کے گوناگوں فیوض برکات کا ایک ادنیٰ کرشمہ اور نواب مسعود جنگ بہادر (سابق ناظم تعلیمات سرکار عالی) کا ایک علمی کارنامہ ہے ہر قسم کی اردو کتابیں بغیر خریدے گھر بیٹھے مطالعہ کی جاسکتی ہیں۔

اور

ہر جگہ اس کی ایجنسی کے قیام سے کماحقہ استفادہ کیا جاسکتا ہے

دستور العمل طلب کیجئے

المشتہر

فضل اللہ احمد بی اے مہتمم اردو گشتی کتب خانہ سٹرک افضل گنج حیدرآباد دکن

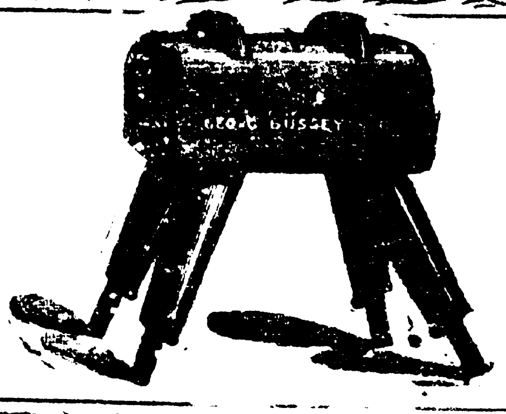

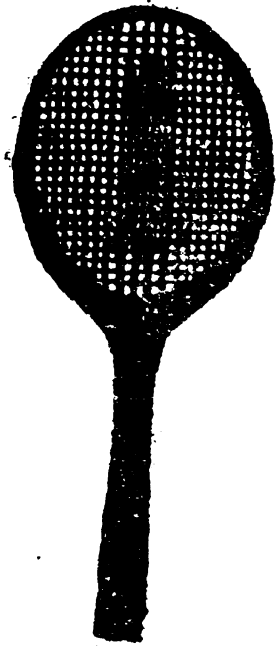

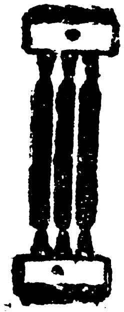

حیدرآباد فرخندہ بنیاد

میں بہترین سامان سپورٹس و ورزش کی قدیم شاپ جس میں ٹینس
بیڈمنٹن فٹ بال ہاکی پولو گالف اور اندور گیمس پنگ پانگ فنگر
بلیرڈ بورڈ جمناسٹک اور ورزش کے متعلق پرلل بار۔ ہاری زنٹل بار۔
واکنگ بارس تیرنے کے سامان شالا رسٹ گرپ چیسٹ اکسپانڈر۔
ڈمبلس۔ ڈمبیلو وغیرہ کثیر تعداد میں

تازہ اسٹاک

موجود ہے اور جو مقابلہ دیگران نہایت ارزان اور مضبوط ہونے کی
حیثیت سے کہیں نہیں مل سکتا ہے خاص کر ٹینس بیڈمنٹن بیٹ کی ریکٹنگ
نہایت خوش اسلوبی سے بہم پہنچائی جاتی ہے مکمل تفصیل کیلئے فہرست قیمت منگا ملاحظہ فرمائیے

کے ڈی عبدالغفور اینڈ سنس اسپورٹس ڈیلرز جیمس اسٹریٹ سکندرآباد

برانچ

متصل سینٹ جارجز گرامر اسکول حیدرآباد دکن

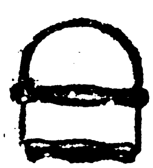

یونانی ادویہ کا زبردست گودام

حیدرآباد بھر میں اپنی نوعیت کا یہ ایک بہترین اور بے نظیر گودام ہے جس میں ہمہ قسم کے یونانی ادویات بھی کم منافع سے بالکل واجبی داموں پر فروخت کئے جاتے ہیں مال بالکل اصلی ہوتا ہے

ہر دوا اپنے مقام پیداوار سے منگوائی جاتی ہے

بہرحال بہترین مفردات کی تلاش کرنے والے حضرات کو ہم اطمینان دلاتے ہیں کہ اس گودام میں آپ کو ہر ایک دوا **اصلی۔ عمدہ** اور حسب خواہش **بہ کفایت** مل سکتی ہے براہ کرم ایک بار آزمائش فرماکر ہماری صداقت کی داد دیجئے

المشتہر

حکیم شہاب الدین حسین علویخانی مہتمم گودام افضل گنج حیدرآباد دکن

بوٹ و شوز بنانیوالا قابل اعتماد کارخانہ

ہمارا نصب العین داموں کے برابر مال پورا دیا جاتا ہے۔ ہر قسم کے بوٹ شوز۔ زنانہ۔ مردانہ۔ بچکانی۔ آرڈر پر تیار کئے جاتے ہیں نہایت مضبوط۔ خوبصورت وضع۔ جدید مروجہ نمونے اور پاؤں کی شکل کے مطابق تیار کئے جاتے ہیں خواہ روزانہ استعمال کیلئے یا کھیل کود۔ دوڑ دھوپ۔ یا مدرسے استعمال کیلئے بنوائے جائیں سامان صرف اعلیٰ درجہ کا مضبوط اور پائدار استعمال کیا جاتا ہے **ہمارا خاص فن** ہر قسم کے کہنہ بوٹ و شوز مرمت نہایت موزوں طریقہ پر کیجاتی ہے قیمتیں بالکل واجبی رکھی جاتی ہیں لیجاتی ہیں باہر کے فرمائشات کی تعمیل ذریعہ وی پی کیجاتی ہے آزمائش شرط ہے۔

ین سوٹر انیڈ کو ۵۱ جمیس اسٹریٹ منتقل بمبئی بائیسکل موٹر ایجنسی سکندرآباد۔

بہترین فلمیں کہاں دکھائی جاتی ہیں؟

ساغر زریں ہو یا مٹی کا ہو اک ٹھیکرا
تو نظر کر اس پہ جو کچھ اس کے اندر ہے بھرا

کیا آپ نے کبھی اس بات پر بھی غور کیا ہے کہ **رزیڈنسی مارکٹ** کے قریب **رایل سینما** نامی ایک سینما ہے جو اپنے ظاہری شان و شوکت کے اعتبار سے کچھ ایسا نظر فریب نہیں ہے مگر گذشتہ دو سال کی قلیل مدت میں یہاں دنیا کے سینما کے جو شاہکار پیش کئے گئے ہیں ان میں سے چند اور صرف چند یہ ہیں۔ تھیف آف بغداد ڈان کیو اور ڈگلس کے بجز ایک آدھ کے کل ڈرامے سرکس گولڈ رش۔ ڈان جوان۔ ٹن کمانڈمنٹس۔ کنگ آف کنگس۔ اٹ۔ ونگس۔ نائٹ آف لو وغیرہ وغیرہ

اس سے ہر سمجھدار آدمی با دنی غور و تامل اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ رایل سینما باعتبار ان فلموں کے جو یہاں بتلائے جاتے ہیں حیدرآباد تو حیدرآباد ہندوستان کے کسی سینما سے پیچھے نہیں۔ شبہ ہو تو بمبئی کلکتہ وغیرہ کے کسی معزز سینما سے ہمارے پروگرام کا موازنہ کر کے ہمارے دعوے کی تصدیق فرمایئے ہم اعلیٰ ترین فلم بتلانے میں کمی نہیں کرتے امید کہ آپ حوصلہ افزائی میں کوتاہی نہ کریں گے

اس سینما کی ایک شاخ بنام **قسمت سینما نیلی باؤلی** واقع ہے جہاں سستے سستے داموں میں اچھے اچھے سیریل اور اعلیٰ درجے کے ہندوستانی فلم بتلائے جاتے ہیں یہ سینما بھی اپنی طرز روش سے یہ ثابت کر چکا ہے کہ اس قیمت پر اس سے بہتر فلم حیدرآباد میں نہیں دیکھ سکتے۔ المشتہر۔ مالک رایل و قسمت سینما۔

نہایت خوشنما اور دلفریب منظر

صرف ویکاجی ہوٹل کا ہے جو وسط شہر کی بلند اور عالیشان عمارت میں واقع ہے ہندوستانی انگریزی اور خصوصاً اٹالین خوش ذائقہ اور لذیذ کھانے مٹھائیاں ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ قیام کا اتنا معقول انتظام ہے کہ آپ کو گھر سے زیادہ آرام ملیگا۔ نہایت آراستہ اور وسیع کمرے۔ برقی روشنی۔ پنکھے۔ نل اور سواری کی سہولت موجود ہے پیسٹری۔ کیک۔ کری پف۔ انواع واقسام کے بسکٹ۔ روٹی بن وغیرہ ہمیشہ تیار ملتے ہیں۔ چاء۔ کافی۔ کوکو۔ آئسکریم دیگر مشروبات بھی ہر وقت ملتے ہیں۔

ڈنر۔ ایٹ ہوم کی کیٹرنگ و دیگر فرمائشات کی تعمیل حسب دلخواہ فی الفور کیجاتی ہے جو بمقابلہ دیگران نہایت نفیس ہے **الکٹرک فریجریٹر** جو برقی قوت سے چلتا ہے اس مشین کو ہم نے بصرف زر کثیر منگوایا ہے اس میں ہر قسم کے اشیاء خورد و نوش ہر وقت نہایت ٹھنڈے اور تازہ رہتے ہیں۔ سوڈا لیمونیڈ وغیرہ میں برف ڈالکر پینے سے اکثر گلوں میں درد پیدا ہوتا اور غدود پھول جاتے ہیں اس میں یہ بات مطلق نہیں۔ خاصکر آئسکریم اس مشین میں اسقدر عمدہ اور لذیذ تیار ہوتی ہے جو کسی دوسری جگہ آپ کو نہیں مل سکتی۔ پہلی دفعہ ہے اس ریسٹورنٹ میں اس مشین کو منگوایا گیا۔ ابتک کسی ریسٹورنٹ میں اس کا انتظام نہ تھا۔ ہر چیز بہتر سے بہتر اور مناسب داموں پر آپ کو یہاں ملے گی۔

پتہ آر۔ ویکاجی اینڈ کمپنی متصل امپیریل پوسٹ آفس نمبر ۲۳۲۳

حیدرآباد دکن

تارکا پتہ: viccajee

مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس

عرصۂ دہر میں چلتی ہوئی تلوار تو بن

از مولوی شبیر حسن خاں صاحب جوش ملیح آبادی

اے دل! آزادی کامل کا سزاوار تو بن
پہلے اس کاکل پیچاں کا گرفتار تو بن

یوں تو صبح رخ محبوب نہ ہوگی طالع
پہلے اے دیدۂ دل! دیدۂ بیدار تو بن

تجھکو خود ڈھونڈتی آئیگی نسیم صحت
پہلے اس نرگس بیمار کا بیمار تو بن

چشم بر راہ ہے شیرینی صد آب حیات
تلخیاں جھیل کے شایان لب یار تو بن

اولیں شرط ہی ہر جنگ میں احساس خودی
فتح خود پاؤں پہ جھک جائیگی خوددار تو بن

یوں بھڑکنے سے رہا شعلۂ عزم منصور
پہلے پروانۂ شمع رسن و دار تو بن

دیگی اے پائے طلب! خود تجھے بوسہ منزل
پہلے دیوانۂ ہنگامۂ رفتار تو بن

بزم ہستی میں اگر تجکو جلانا ہے چراغ
پہلے خود اپنی جگہ مطلع انوار تو بن

نبض ہر خس میں ہے دوڑا ہوا خون رگ تاک
بندۂ ہوش و خرد! بیخود و سرشار تو بن

کتنے یوسف تجھے بکتے ہوئے آئینگے نظر
پہلے اے جان حزیں! مصر کا بازار تو بن

کیف سازمۂ خورشید بھی کچھ دور نہیں
محرم زمزمۂ ثابت و سیار تو بن

خود ہی چھٹ جائیگا گرد دل سے ترے ابر خمار
ہمنشیں! خلوتی ساقی سرشار تو بن

دوڑتی آئیگی خود سے ترے مجرے کو نسیم
داغہائے دل مجروح سے گلزار تو بن

آشیاں خود سے بنا دیگی مشیت تیرا
کھیل تو آگ سے بجلی کا طلبگار تو بن

قبضۂ یار میں رہنے کو اگر ہے بے چین
عرصۂ دہر میں چلتی ہوئی تلوار تو بن

ابر دوراں تری کھیتی پہ نہ برسے تو نہی
درد کی جنس کا اے جوش خریدار تو بن

وطن اور وطنیت

از

مولوی سید محمد حبیب اللہ حسینی صاحب

ناموس قدرت کا فیصلہ ہے کہ دنیا میں اوسی قوم کو حکومت و سیادت کی سند مل سکتی ہے جس کی قومی سیرت حب وطن کے جذبات سے متاثر ہے۔

تاریخ کے اوراق پارینہ کی ورق گردانی کرنے والوں کے لئے یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اقوام کا اقبال ہمیشہ حب وطن کے جذبات عالیہ کا رہین منت رہا ہے۔ اور ملل قدیمہ کے عروج و زوال کی تمام داستانیں فی الحقیقت حب وطن کے احساس۔ اور حب قومی کی سرگذشت ہیں۔

تماشاگاہ عالم میں کتنی ایک قومیں نیست سے ہست اور ہست سے نیست ہوگئیں، سلطنتیں عدم سے وجود میں آئیں اور پھر معدوم ہوگئیں۔ متکبر سلاطین نے دنیا کو زیر و زبر کر دیا۔ اور پھر پیوند خاک ہوگئے مگر ان کے کارنامہ حیات یا تو کرم خوردہ اوراق میں مسطور ہے یا تو زمین کہنہ کے پردوں میں پوشیدہ، اس سطح خاک پر بسنے والوں کو خبر تک نہیں کہ ان کی زیر قدم زمین کتنے ایک سرکش تاجداروں کا مدفن بن چکی ہے

البتہ تاریخ میں اوسی قوم کو بقائے دوام کی سند دیجاتی ہے جس کے کارنامہ حیات ایثار و حب قومی کے سبق آموز حالات کے حامل ہیں۔

زمانہ کی سرد مہریوں کے باوجود وطن پر قربان ہونے والے اہل کار تاریخ کی سبق آموز داستان کو جریدۂ عالم پر ثبت دوام کا طغرائے امتیاز حاصل ہے اور وطن کی حفاظت میں اون کے مرمٹنے کی سرگذشت اون کے حیات جاوید کی ابدی سند ہے۔

اسی طرح فلپائن اور ریف کے بے سر و سامان وطن پرست مجاہدین کی لے جان بازیاں اور فدائی دعوے کرنے کا فراعین یورپ کے مقابلہ میں اونکی سبق آموز قربانیاں نہ صرف اہل البصیرت کے لئے عبرت آموز ہیں۔ بلکہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی شاہراہ ہدایت رہینگی زمانہ اون کے مدفنوں کو محو کر سکتا ہے خاک و خون میں تڑپتی ہوئی لاشوں کو برباد کر سکتا ہے۔ اون کی آبادیوں کو فنا کر سکتا ہے، مگر وطن کی حمایت میں اون کے سرفروشوں کی سرگذشت اس وقت تک زندہ اور سبق آموز رہے گی جب تک کہ آفتاب کی کرنیں سرزمین افریقیہ پر ضیا پاش رہینگی۔

ہم عموماً اپنی موجودہ اجتماعی ہیئت اور قومی ذہنیت کا جائزہ لینے کے بعد یہ فیصلہ کرلیتے ہیں کہ دکن والے ہمیشہ دوسروں کی پرستش کرنے اور اغیار کے غلام بنے رہنے کے لئے مخلوق ہوئے، ہمت و مستعدی سے جو زندہ اقوام کا طغرائے امتیاز ہے۔ ہم محروم ہیں وطن پرستی و قومی خودداری کو جو اقبال مند اقوام کے خصوصیات ہیں ہمارا دامن خالی ہے۔ گویا قدرت نے دوسروں کو لذائذ حیات سے متمتع ہونے اور ہمیں حسرت سے دیکھنے کے لئے پیدا کیا ہے جب ہم اپنی پچھلی سرگذشت دیکھتے ہیں تو ایک جداگانہ کیفیت نظر آتی ہے

دکن کی سرزمین عہد قدیم سے اولوالعزم اقوام و بلند حوصلہ تاجداروں کا گہوارہ رہ چکی ہے ہمارے وطن کی تاریخ نہ صرف اقوام کے حیات و ممات کی داستان عبرت ہے۔ بلکہ ہمارے لئے تازیانہ بیداری بھی۔

جس طرح دکن کی قدیم سلطنتوں کی عظمت و شان اون کے کھنڈروں اور مقبروں سے جو زبان حال سے اپنے بلند حوصلہ بانیوں پر نوحہ خوانی کرنے اور آنے والی نسلوں کی ہمت افزائی کرنے کے لئے باقی رہ گئی ہے۔ اسی طرح اون کے جانشینوں کی داستان ہمارے لئے سبق آموز ہے۔ کہ جب اون میں اون کے اسلاف کی خوبیاں نہ رہیں تو اون کا وہی انجام ہوا۔ جو ایک پست ہمت قوم کا ہونا چاہیے۔

حب وطن کے جذبات کے ساتھ اون کی عظمت و شہرت بھی شمالی حملہ آوروں کے قدموں پر سرنگوں ہوگئی۔

دور اسلامی کا پہلا فرمانروا، سلطان علاء الدین بہمنی ہے جس نے شہنشاہی لعنت کے مقابلہ میں استقلال دکن کا علم بلند کیا۔ گر یہ دور بہمنی خوشگوار خواب کی طرح بہت جلد ختم ہوگیا۔ اور ایک نگینہ کے پانچ ٹکڑے ہوگئے!

غیر دکنی ایرانیوں و ترکوں کی سازش نے اگرچہ اس دور کو ہمیشہ خانہ جنگیوں اور رنج و مصائب میں مبتلا رکھا لیکن ذہنی و قومی تعمیر اور علوم و فنون کی سرپرستی کے لحاظ سے تاریخ دکن کا یہ درخشاں دور رہا ہے۔

اس عہد کی عظیم الشان یادگار اردو زبان کی ترقی اور اوس کا نشو و نما ہے، جو بعد میں

"اردو" کے نام سے تمام ہندوستان کی مشترکہ زبان بن گئی۔

سلاطین مغلیہ کی ملک گیری و جوع الارضی کا شاہان دکن نے جس بے جگری و استقلال سے مقابلہ کیا، اور اپنے وطن کی حفاظت و استقلال کے لئے جیسی عظیم الشان قربانیاں کیں۔ وہ ہمارے قومی و وطنی روایات کے عظیم الشان کارنامے ہیں۔

بیجاپور کی وطن پرست سلطانہ، بہادر چاند بی بی کی سرفروشانہ مدافعت و جانبازانہ احمدنگر کے زندہ جاوید کارنامے ہمیشہ فرزندان دکن سے نہ صرف خراج تحسین بلکہ فدیہ و قربانی کا بھی طلبگار رہے گا۔

عہد مغلیہ میں دکن کا دور آخر کاروان رفتہ کا ایک نمونہ غبار ہے۔ وہی آسمان تھا جس کے نیچے عظیم الشان سلطنتوں نے نشو و نما پائی وہی زمین تھی جس پر وطن پرستوں نے اپنے جاہ و جلال کا علم نصب کیا۔ زمین و آسمان میں کوئی تغیر نہیں ہوا تھا۔ مگر وہی زمین پر بسنے والوں میں وہ حرارت نہیں تھی جو ان کے اسلاف کا حصہ تھا۔ وہ وطنیت و وطنی محبت نہیں تھی جسے ان کے آبا و اجداد کا خاصہ کہیئے۔ دل مردہ ہو گئے تھے۔ اور ہمتیں پست مگر آثار بتلا رہے تھے کہ اس خاکستر میں دبی ہوئی چنگاریاں موجود ہیں اگر قیادت و رہبری کے دامن سے ہوا دی جائے تو یہی دبی ہوئی چنگاریاں ہدایت کا شعلہ بنکے بھڑک سکتی ہیں۔

عین اوس زمانہ میں جب کہ سلاطین گورگانی کا نیر اقبال افق مغرب پر پہونچ گیا تھا خلق اللہ کی جان و مال و حفظ ناموس کی ذمہ داری سے سلطنت مغلیہ سبکدوش ہو چکی تھی۔ دہلی کا تخت و تاج خود غرض امرا کے ہاتھ میں بساط شطرنج بنا ہوا تھا تیموری اولاد سے حکومت و سلطنت کی اہلیت و صلاحیت سلب ہو چکی تھی۔ وہ ساعت پہونچ چکی تھی کہ خدا کا وعدہ پورا ہوتا کہ جب ظلم اور فسق و فجور انتہائے شباب پر پہونچ جاتا ہے تو ظالموں و فاسقوں سے حکومت و سیادت کی سند چھین لیجاتی ہے اور ان کے عوض بارگاہ خداوندی سے اون ہستیوں کا انتخاب کیا جاتا ہے جو دنیا میں عدل و انصاف قائم کرنے والی ہوتی ہیں۔

کارکنان قضا و قدر نے بندگان خدا کی حفاظت و بقا کے لئے ایک ایسی ہستی کا انتخاب کیا جو اس ذمہ داری کی اہل و موزون تھی۔ قدرت کو اس پر اطمینان تھا۔ اور اوس کو خدا پر بھروسہ تھا

اس پر آشوب زمانے میں جبکہ طمانیت مفقود تھی۔ تباہیاں و بربادیاں انتہا کو پہنچ چکی تھیں۔ یا فضا مظلوموں کی آہوں سے معمور تھی۔ زندگی و جمعیت کا شیرازہ منتشر ہو چکا تھا۔ ملک کو اس عالمگیر تباہی سے نکالنے کی تمام راہیں مسدود ہو چکی تھیں تو!

فخر ملت، حضرت آصفجاہ اول نے استقلال و خودمختاری دکن کا اعلان فرما دیا۔ اور یہ اعلان خودمختاری نہ صرف اہل دکن کے آزادی وطن کا عظیم الشان کارنامہ ہے بلکہ سرزمین دکن کے امن و سلامتی کے لئے بھی ناگزیر تھا۔ ورنہ سلاطین گورگانی کے ہاتھوں دکن کا بھی وہی حشر ہوتا جو سلطنت مغلیہ کے دوسرے صوبوں کا ہوا۔ اور دکن بھی ایسٹ انڈیا کمپنی کے کارندوں کے ہاتھ فروخت ہو چکا ہوتا۔

اور یہ وطن اسلام کی آخری متاع و عزت صرف خانوادۂ آصفیہ کے تدبر و جہانبانی کی رہین منت ہے اس احسان عظیم کے معاوضہ میں اہل دکن اپنا سب کچھ ان پر قربان کردیں اوس وقت بھی اون کے بار احسان سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔

دور آصفیہ کی تاریخ خلد اللہ کا مخصوص الشان کارنامہ ہے جس زمانہ میں لکھنؤ اور دہلی کے شاہان عیش و رنگ رلیوں میں مشغول تھے۔ فرزندان دکن وطن کی حمایت کے لئے میدان کارزار میں منہمک تھے لکھنو اور دہلی کے درباروں میں سے ارغوان کی نہریں بہتی تھیں تو دکن کی وادیاں فرزندان وطن کے خون سے سیراب ہو رہی تھیں

یا تو ہمارا وہ شاندار و درخشاں عہد تھا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے کارندے ہم سے رحم و امداد کے ملتجی تھے۔ اون کے نمایندہ دربار آصفی میں ایک ادنی عالم کی حیثیت سے حاضر ہوتے تھے۔ اور دکن کا پورا رقبہ سلطنت آصفیہ کے زیر نگین تھا۔

یا تو ہماری یہ ظلمت ہے کہ تاج کے زیر سیادت ریاستوں کی فہرست میں ہمارا نام بھی شریک کر لیا گیا ہے۔

اس کے ساتھ ہی ہم کو نہایت افسوس اور رنج سے اقرار کرنا پڑے گا۔ کہ اس ادبار و تخریب کے تنہا اغیار ہی ذمہ دار نہیں۔ بلکہ مادر وطن کے خون سے ہمارے ہاتھ بھی رنگین ہو چکے ہیں۔ اپنے سلاطین سے غداری کے ہم بھی مجرم رہ چکے ہیں۔ ایسی ذلت کے بعد بھی نہ ہم کو اپنے غلطیوں پر ندامت ہے اور نہ اپنی غفلت کا احساس بلکہ ہم اس پر بھی آمادہ ہیں۔ کہ اگر ہم کو ذاتی منفعت حاصل ہو تو

وطن کیا چیز ہے کعبہ کو بھی اغیار کے ہاتھ بیچ دیں گے۔

اقوام کی عظمت کا راز اون کے تاریخی روایات کو زندہ رکھنے میں اور ان کے وطنیت و حب وطن میں پوشیدہ ہے ہماری طرح اپنے اسلاف کی استخوان فروشی سے نہیں بلکہ اون کے نقش قدم پر چلنے سے گمشدہ عظمت واپس آسکتی ہے۔

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ کہنے کو تو ہم اپنے اسلاف کی اولاد ہیں۔ مگر یقیناً ہم اون کے جانشین نہیں ہوسکتے۔ ہمارے قلوب زمین کی عظمت اور وطن کی محبت سے خالی ہیں۔

ہمارے آبا و اجداد کے مشاغل شہسواری و شمشیر زنی تھے۔ مگر ہمیں دلیرو میں نام پیدا کرنا اب ہمارے لئے موجب فخر و ناز ہے اون کے ہاتھ قبضہ شمشیر سے مانوس تھے۔ تو ہمارے ہاتھ تاش کے پتوں کے گرویدہ ہیں۔ اون کی خودداری کو شاہان وقت کی عظمت بھی مغلوب نہیں کرسکتی تھی۔ مگر اب کسی صاحب بہادر کے ایک اشارہ ابرو پر سجود ہونے کے لئے ہم مستعد ہیں۔ اون کو دکنی ہونے پر فخر و ناز تھا۔ تو ہم کو دکنی کہلانے سے عار۔ اور مصنوعی یورپین کہلانے پر ناز ہے۔

ہماری قومی ترقی کا راز صرف اپنے خصائص قومی اور وطنی کو زندہ رکھنے میں پوشیدہ ہے۔

ہم مسلمان ہوں یا ہندو، برہمن ہوں یا راجپوت ہر ہا کے اوتار ہوں یا ڈرلو پڈن وطنیت کے مضبوط زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں۔ دکنی ہونے کے لحاظ سے سب ایک برادری میں شریک ہیں. مذہبی و قومی اختلافات وطنی جذبات کو ضعف نہیں دے سکتے۔

صرف ہماری قومی روایات اور ہمارے وطنی خصائص اور آئندہ کی نعمت سے ہماری موروثی وفا شعارانہ جاں نثاریاں ہمارے لئے شمع راہ آزادی ہوسکتے ہیں۔

مغرب کے تمدن و مغربی آئین حکومت کورانہ تقلید ہماری قومیت کیلئے پیام موت ہے۔

ہمارے زندگی کا مقصد قومی خودداری قومی وقار کا قیام ہو ہمارا مطمع نظر وطن پرستی ہونا چاہئے

زبان زنگشت فرمند در ازش باقیست
ضیاع کن آخر شدہ کن باقیست

ہمایون روز مولود حضورست

(از مولوی محمد حبیب اللہ صاحب وفا منشی فاضل مددگار سیشن جج فوجداری بلدہ)

دکن امروز رشک کوہ طورست ... ز ہر گوشہ تجلی خیز نورست
بیا بے جام مے ساقی بہ بہائے ... ز عشرت دور در سر درست
ز غیر آتا فلک گلبانگ عشرت ... زمیں از آسماں سرخیدہ دورست
حجش را بادہ خانہ می تواں گفت ... کہ مستانہ صدا ہائے طیورست
ہمہ دل ہا گرد زندہ باستبند ... صدائے پربرت نفخ صورست
ہزاراں جشن جمشیدی نثارش ... ہمایوں روز مولود حضورست
دریں جشن ولادت زمزمہ سنج ... بگردوں زہرہ در رقص حورست
ظہور شاہ عثماں در رجب شد ... ازاں نظارہ مصحف حضورست
نوشتم مطلع در مدح سلطان ... زمیں شعر از تابش چو طورست
ملک دربان ایوان حضورست ... فلک پا بوس سلطان غیورست
تعالی اللہ دور شاہ عثمان ... سراسر رحمت رب غفورست
بصدق و عدل چوں صدیق و فاروق ... چو عثمان در حیا شاہ غیورست
بدست و بازویش زورید اللہ ... جو شمشیر علی تیغ حضورست
تفوق بر ہمہ شاہان جہاں ست ... کہ مصحف را بانجیل و زبورست
مسخر کرد ایراں صیت شورش ... چو خسرو در سخن شاہ غیورست
بعلم و فن دمیدہ جان تازہ ... ازو اعجاز عیسی در ظہورست
خوشا ذرہ ریزی دست نوالش ... نہ ابر قطرہ افشاں درد دورست
بحال خستہ ام لطف شہی باد ... ز دو اثروں طالعی جاوید منورست
بقائے طول عمرش جاوداں باد ... دعایم در لیالی و سحورست
دوا تا مورد قہر خدا باد ... سرا عدا کہ پامال غرورست

تعالی اللہ چہ سلک منظم است
وفا این نذر در بار حضورست

جی رگھوناتھ مل بنکر حیدرآباد دکن

تار کا پتہ سنگولی ٹیلیفون نمبر ۲۴

ہر قسم کا بنا کھاتہ بغیر کسی قسم کی اجرت یا فیس کے کھولا جاتا ہے اور تین فی صدی سالانہ سیونگ بنک میں جمع ہونے والی رقم پر ۲½ ہر روپیہ فیصدی سالانہ سود دیا جاتا ہے رقم بہ امانت جمع کیجاتی ہے اور حسب درخواست اس کے سود کا تصفیہ کیا جاتا ہے ملکی اور غیر ملکی ہنڈیات سکاری جاتی ہیں. بمبئی. کلکتہ مدراس کو ہنڈیات جاری کی جاتی ہیں. اور تار کے ذریعہ رقم بھیجی جاتی ہے. بحری تار اور ہنڈی کے ذریعہ یورپ کے ہر مقام اور ملک پر روپیہ روانہ کیا جاتا ہے. برٹش گورنمنٹ نظام گورنمنٹ میسور گورنمنٹ کے قرضہ کے پرامیسری نوٹ خرید سے اور بیع کئے جاتے ہیں. خزانہ عامرہ سے مختار نامہ کے ذریعہ وظائف لینے کا انتظام کر کے ماہانہ ہر شخص کو ان کے حسب منشاء ایصال کئے جاتے ہیں. اہل معاملہ حضرات کو وقت ضرورت بلا کسی تاخیر کے فی الفور رقم ایصال کیجاتی ہے.

اور ہر قسم کے بنک کے کاروبار کئے جاتے ہیں

حیدرآباد میں اپنی جدید طرز کا شاندار تھیٹر

جو اپنی شان و شوکت اور اعلیٰ انتظام خوبصورتی و نفاست کے اعتبار سے اسقدر نظر فریب ہے کہ ناظرین کے نہ صرف افکار و تفکرات رفع ہوتے ہیں بلکہ حقیقی لطف و مسرت حاصل ہوتی ہے. دنیا کے مشہور اور بڑے بڑے

(یورپین اور امریکن)

فلم کمپنی کے بہترین ڈرامے بلکہ شاہکار روزانہ ناظرین کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں.

حقیقی لطف اٹھانا ہو تو یاد رکھیے

اکسلیر تھیٹر حیدرآباد دکن

شائقین اسپورٹس کو خوشخبری

اگر آپ

فٹبال، ہاکی، کرکٹ، ٹینس، پنگ پانگ، بیڈمنٹن، پولو اور گولف وغیرہ کے خواہشمند ہیں تو
ہماری شاپ موسومہ

میٹنی براورس اینڈ کو

اسپورٹس، سپالڈنگ فیبا پھرس اسپورٹ وائیڈ ورتھ۔

۱۹۴-اسفورڈ اسٹریٹ سکندرآباد دکن

سے طلب فرمائیے جہاں آپ کو ماہرین کے مشورہ سے بہترین مال ارزاں قیمت پر دیا جائیگا۔ ایک بار آزمائیے اور ہماری بات کا یقین کیجئے۔ سیوتکا اسپورٹس کی بہترین دوکان ہے جس پر آپ بھروسہ کر سکتے ہیں۔

مالکان زمیندار اسپورٹ ورکس

لنڈ ایجنٹ بسن کیمرن اینڈ کو

اسٹریلیائی دفتر و شوروم۔ ۱۶۔ ہنٹر اسٹریٹ (سڈنی)

انتظامی ڈائرکٹران
دوست محمد خاں چیمہ۔ بی۔ اے۔
عنایت اللہ خان بھلی۔ بی۔ اے۔

صدر دفتر و کارخانہ جات
شہر سیالکوٹ (پنجاب)

معتدل شرح پر ہر طرح کی مرمت کا کام بھی قلیل سے قلیل مدت میں کیا جاتا ہے
صرف آزمائش کی ضرورت ہے براہ کرم ایکبار تشریف لائیے یا ہمیں طلب فرمائیے

ہماری تمنا یہ ہے

(کہ)

آپ ہمیشہ تندرست رہیں۔ اگر طبیعت خراب ہو جائے اور دوا کی سخت ضرورت ہو تو فوراً یہاں تشریف لائیے جہاں پر آپ کو ہر قسم کے پیٹنٹ ادویات آلات جراحی وغیرہ نہایت واجبی داموں میں دستیاب ہو سکتے ہیں ڈاکٹروں کے تجویز کردہ نسخہ جات تجربہ کار کمپونڈروں کے ذریعہ نہایت احتیاط کے ساتھ۔

(رات اور دن)

تیار کئے جاتے ہیں ہمارا عملہ جو اس فن میں کامل مہارت رکھتا ہے آپ کی خدمت کے لئے دن رات حاضر ہے آزمائیے اور تصدیق کیجئے۔ ہر قسم کے انگریزی عطریات وسنٹس وغیرہ کا بھی تازہ اسٹاک موجود ہے:۔

دواخانہ یونیورسل (فارمسی)، واقع عابد شاپ حیدرآباد دکن

مجھے بھی ضرور پڑھیے

(اس لئے)

کہ اس میں آپ کی بھلائی اور فائدہ کی بات ہے اگر آپ کے کپڑے بر وقت نہیں ملتے یا صاف نہیں ملتے ہیں یا قیمتی کپڑوں کی رنگوائی وغیرہ اطمینان بخش اور حسب دلخواہ نہیں ہوتی ہو تو یہاں تشریف لائیے۔ ہم نے ایک جدید کارخانہ رنگوائی و دھلائی کا قائم کیا ہے جس میں تجربہ کار اور ماہرین فن کے ذریعہ تمبراات مع کپڑے پارچہ جات کی رنگوائی و دھلائی وغیرہ کا کام نہایت اطمینان بخش طریقہ پر انجام دیا جاتا ہے۔

کام کی نفاست پابندی اوقات اور کفایت نرخ

میں کوئی کارخانہ ہماری مثال نہیں رکھتا۔ ایکبار ضرور تشریف لائیے۔ اور ہماری صداقت کی داد دیجئے۔

دی رائل کلیننگ و ڈائنگ ورکس واقع اندرون احاطہ عابد شاپ

حیدرآباد دکن

آپ کی ضرورت

ہر شئے بلدہ و اضلاع میں نہایت آسانی کے ساتھ پہنچاتے ہیں
ہر قسم کے کپڑے اور دیگر ضروریات کا بہترین سامان نیو اسٹاک
ہم سے خریدیے

تجارت پیشہ حضرات کے ساتھ خاص رعایت ہے

جے لے کریم جنرل مرچنٹ جیمس اسٹریٹ

سکندرآباد

بیوک کی سواری دخل فیشن ہے

ہر جماعت یا فوج کا ایک سردار ہوتا ہے جو ہر بات اور ہر معاملہ میں رہنمائی کرتا ہے گزشتہ چھبیس سال سے اوسط درجہ کی بہترین موٹر کاروں میں بیوک کا بھی رتبہ ہے۔

اسی وجہ سے موجودہ بیوک خوبصورت اور بہترین ہے

اور اسی لیے وہ دنیا میں مقبول عام رہی ہے

اور اسی لیے بیوک کا استعمال دخل فیشن ہے

نئی مرجو کار کے چند امتیازی خصوصیات

جس کے ہم خواہشمند تھے

(۱) دیکھنے میں دلکش (۲) کم خرچ بالانشین (۳) آرام دہ اور بیٹھنے کے لیے کافی گنجایش (۴) اس کی کمانیاں بہت مضبوط اور پائیدار ہیں وزن کی کمی و بیشی کو خود سنبھالنے کی اس میں کافی قوت موجود ہے (۵) چلنے میں نہایت تیز رفتار ہے

(۶) انسانی صنعت اور کاریگری کا بہترین نمونہ

(۷) اس کے بریک بہت اچھے جو کبھی خطا نہیں کرتے اور ہر ایک کا سلسلہ دوسرے سے نہایت موزوں طریقہ پر ملا ہوا ہے (۸) اس کا ہر حصہ نظر فریب اور جاذب توجہ ہے (۹) اس کی مرمت میں زیادہ صرف کرنا نہیں پڑتا اسلئے کہ اس کا ہر پرزہ نہایت سستے داموں میں ملجاتا ہے اگر آپ خریدیں تو سستے داموں ملتی اور فروخت کرنا چاہیں تو بھی نفع ہی نفع ہے

نیو موٹر کار خریدیے اس میں ان تمام باتوں کا تکملہ کر دیا گیا ہے

قیمت بھی کچھ زیادہ نہیں ہے

آپ کی مرضی کے موافق قیمت پر مل سکتی ہے۔

دی مدراس سیکل اینڈ موٹر مارٹ (۱۳ جیمس اسٹریٹ سکندرآباد ٹیلیفون نمبر ۳۷۸

عہد عثمانی میں ترقی عدالت

از مولوی علی شبیر صاحب سررشتہ دار انتظامی عدالت العالیہ

اے کہ گفتی ایں و آں بہتر بہ عدل
شاہِ ما ایں دارد آں نیز ہم

مملکت آصفیہ خدا اسکو حاسد ولی کی نظر بد سے بچائے ہمیشہ اپنی بے تعصبی رواداری اور بے لاگ انصاف کی وجہ سے شہرۂ آفاق رہی ہے یہاں رنگ و قوم و مذہب کا کبھی سوال پیدا نہیں ہوا اب سے ایک صدی پیشتر بھی یہاں کے ہر فرمانروا کا عہد عدالتی نقطۂ نظر سے معدلت مہدی رہا ہے اور اس بارے میں حیدر آباد کو جو امتیاز اس وقت حاصل تھا وہ ہندوستان کی بعض دیسی ریاستوں کو اس وقت بھی نصیب نہیں۔

ہمارے آقائے ولی نعمت اعلیحضرت آصفجاہ نظام الملک سلطان العلوم نواب میر عثمان علیخان بہادر ادام اللہ ملکہم نے جن کا مبارک زمانہ تاریخ آصفی میں سنہری حروف سے جگمگا رہا ہے تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہونے کے بعد انتظام مملکت کے ہر شعبہ پر ناقدانہ دور بین نظر ڈالی اور حکیمانہ اصول و مصلحانہ معیار پر تمام محکموں کو جہاں تک یہاں کے ملکی حالات و مقامی روایات اجازت دیتی تھیں درجہ کمال کو پہنچا دیا صیغۂ عدالت پر جو قیام بقائے سلطنت کی حقیقی بنیاد ہے جب ہمارے عدل پرور و عدل گستر بادشاہ کی نظر کیمیا اثر پڑی تو اس میں وہ زبردست اصلاح فرمائی جو بہت سے متمدن و مہذب ممالک اب تک عمل میں نہ لا سکے وہ یہ کہ عدالتی اختیارات کو عاملانہ اختیارات سے علحدہ فرمایا سنہ ۱۳۳۰ف تک سلطنت آصفیہ میں بھی جیسا کہ عموماً دوسرے ملکوں میں ہے دیوانی و فوجداری اختیارات عہدہ داران عدالت کے علاوہ عہدہ داران مال بھی استعمال کیا کرتے تھے یعنے تمام تحصیلدار و مددگار تعلقدار فوجداری اختیارات عمل میں لاتے تھے اور بعض تحصیلداروں کو دیوانی اختیارات بھی حاصل تھے اول تعلقدار یہاں ناظم فوجداری ضلع یعنے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ہوا کرتا تھا۔ علاقہ صرفخاص مبارک دیوانی و جاگیرات سے قطع نظر کرکے صرف علاقہ سرکار عالی کے (۹۴) تعلقات میں باون (۵۲) ترپن (۵۳) تعلقات ایسے تھے جہاں عدالتی اختیارات رکھنے والے خاص عدالتی عہدہ دار یعنی منصف موجود نہ تھے اور صرف تحصیلدار ہی یہ اختیار استعمال کیا کرتے تھے البتہ مستقر ضلع پر اور بعض تعلقوں میں عدالت و مال کے کسی عہدہ دار فصل خصومات کا کام انجام دیا کرتے تھے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جہاں متعدد اشخاص مقدمات فیصل کریں وہاں انصاف رسانی میں بڑی سہولت ہوتی ہوگی اور مقدمات کا انفصال جلد جلد ہوتا ہوگا مگر حقیقت ایسی نہیں ہے خالص عہدہ داران عدالت تو جن کی تعداد قبل اسکیم تفریق اختیارات علاقہ سرکار عالی میں دو ہی تھی البتہ اپنا پورا وقت عدالت کے کام میں صرف کیا کرتے تھے باقی ۴۲ عہدہ داران مال ہے جن کے اصلی فرائض تو محکمۂ مال سے متعلق تھے اور ضمناً عدالتی اختیارات بھی رکھتے تھے ان کو اپنے مالی فرائض سے کافی فرصت نہیں ملتی تھی نیز بصورت کسی بے عنوانی کے ان پر صیغۂ عدالت کافی تدارک بھی نہیں کر سکتا تھا ان کا عزل و نصب محکمۂ مالگزاری کے اقتدار میں تھا ظاہر ہے کہ ایسے عہدہ دار جو نہ کافی وقت رکھتے ہوں اور جن پر صیغۂ عدالت پورا قابو رکھتا ہو وہ عدالتی فرائض بروقت و بلا شکایت کہاں تک انجام دے سکتے ہیں ایک دشواری اس انتظام میں یہ بھی تھی کہ عہدہ داران مال کے فرائض میں دورہ بھی داخل ہے اسلئے ان تعلقات کے تحصیلداروں کو جہاں کوئی منصف نہ تھا اور نیز مددگار تعلقداروں کو مقدمات عدالت کی پیشیاں بعض اوقات مقامات دورہ پر رکھنی پڑتی تھیں اور ایسی صورتوں میں اہالیان کو تو اہلی وکلاء۔ گواہ۔ شاہد ملزم مستغیث سب کے سب کہدیرتے ہوئے گاؤں گاؤں مارے مارے پھرتے تھے۔ اور کبھی کبھی ان مصیبتوں کے جھیلنے کے بعد بھی مقدمہ کے پیش ہونے کی نوبت نہیں آتی تھی اور اہل مقدمات کو سخت مایوسی و ناکامی کے ساتھ واپس ہونا پڑتا تھا اس دوا دوش میں ملزمین کو اپنی بداعمالی کی ضرورت سے زیادہ سزا مل جاتی تھی گواہ جن کے کاروبار میں اس بھاگ دوڑ سے کمزوری پڑ جاتی تھی گواہی دینے سے توبہ کرتے تھے مستغیث مدعی اس کشاکش سے بیزار ہو کر انصاف سے ہاتھ دھو بیٹھتے تھے ملزمین زیر دریافت عرصہ تک حوالات میں پڑے رہتے تھے دوران مقدمات میں طوالت ہوتی تھی اور بالآخر عدالت کے تصفیہ کے بعد فریقین یہ کہتے سنائی دیتے تھے۔

جیسا سوچا تھا ۔ ویسا ہی ہوا،،

اس طریقۂ عمل کا ایک صریحی نتیجہ یہ تھا کہ رعایا و کاروباری لوگ عدالت میں جانے گھبراتے تھے ۔ ظالم مونچھوں پر تاؤ دیتے پھرتے تھے اور مظلوم رو پیٹ کر بیٹھ رہتے تھے نمایاں یہی وجہ تھی کہ اس سلطنت کی آبادی و زرخیزی کے اعتبار سے نہ یہاں عدالت کی آمدنی کافی تھی ۔ اور نہ مقدمات کی تعداد یا بالفاظ دیگر یہ کہا جاسکتا تھا کہ یہاں کی تجارت و لین دین کو فروغ اس وجہ سے نہیں ہوتا تھا کہ اہل ملک عدالتوں میں جانے سے گھبراتے تھے اور وہ دس روپے کے دعوے کے لیے دس روپے خرچ کرنا اور مہینوں پریشان ہونا نہیں چاہتے تھے ۔

زمانہ کے نبض شناس ہمارے بادشاہ ظل اللہ نے ۱۳۲۶ف میں اس طرف توجہ مبذول فرمائی اور اصلاح صیغہ عدالت کیلئے برٹش انڈیا کی عدالتوں کے زبردست تجربہ رکھنے والے ایک ماہر فن عالی جناب مرزا یار جنگ بہادر، آنریبل مولوی مرزا سمیع اللہ بیگ صاحب کو لکھنؤ سے طلب فرماکر حیدرآباد ہائیکورٹ کا چیف جسٹس مقرر فرمایا اور انکی پیش کردہ اسکیم و تجاویز بغور ملاحظہ فرماکر شاہانہ عزم و ملوکانہ استقامت کے ساتھ فرمان واجب الاذعان مصدرہ ۲۹ رشعبان ۱۳۲۹ھ تفریق اختیارات عدالتی کی نسبت صادر فرمایا اور اس طرح اپنی رعایا کی مشکلات کو خامۂ عنبر شمامہ کی ایک گردش سے آسان فرما دیا یہی وہ ارشاد ہے ۔ اور یہی وہ جنبش قلم ہے جس کی نسبت کہا گیا ہے ۔

تیر انداز سخن شانۂ زلف الہام
تیری رفتار قلم جنبش بال جبریل

باتباع حکم قضا شیم علاقہ سرکار عالی کے عہدہ داران مال کے پاس صرف انتظام و امن قائم رکھنے کی حد تک فوجداری اختیارات رہ گئے باقی تمام دیوانی و فوجداری اختیارات عہدہ داران عدالت کے سپرد کردیے گئے اور منصفین کو درجہ اول تک کے اختیارات عطا ہوئے چونکہ خالص عہدہ داران عدالت کی تعداد نہ تھی اس لئے ہر تعلقہ میں ایک ایک منصف کے حساب سے جو مجسٹریٹ بھی ہے جدید (۵۲) منصف مقرر کئے گئے اور منصفوں کی کلی تعداد (۹۴) ہوگئی ان کے علاوہ (۵) اڈیشنل ڈسٹرکٹ جج زائد ناظم، بھی مامور کئے گئے ۔ اور اس طرح وہ انصاف جس کی تلاش میں دیہاتی دور دور تک نکل جاتے تھے اب انکے دروازہ پر موجود ہوگیا اللہ اکبر

ہر چند جنس عدل گراں بود در جہاں
ارزاں بہ بار سید بہ بازار آصفی

جیسے کہ قاعدہ ہے شروع شروع میں ہر اسکیم کی کامیابی و ناکامی کے متعلق پیشگوئیاں ہوا کرتی ہیں اس اسکیم کے بارہ میں بھی طرح طرح کی مایوسانہ پیشین گوئیاں کیجاتی تھیں اور بعض ارباب حل و عقد بھی اس کو ناقابل عمل تصور کرتے تھے ۔

عہدہ داران مال کو جو بہ حیثیت مجسٹریٹ ہمیشہ فوجداری اختیارات استعمال کرتے آئے تھے یہ اندیشہ ہوا کہ جب اختیارات عدالتی سے معرا ہوگئے تو ان کا رعب و اثر بھی باقی نہ رہے گا ۔ اور ممکن ہے کہ حصول زر مالگزاری میں دقتیں لاحق ہوں یہ زمانہ بڑا نازک تھا اور موہومہ خطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے سررشتہ عدالت کو عالیجناب نواب مرزا یار جنگ بہادر جیسے متحمل و جفاکش و مدبر حاکم کی ضرورت تھی خوش قسمتی سے اس وقت دیگر اراکین ہائی کورٹ عالیجناب نواب سراج یار جنگ بہادر و عالی جناب نواب جیون یار جنگ بہادر وغیرہم بھی ایسے تشریف فرما تھے جن کے حسن انتظام و تدبر سے تمام مشکلات حل ہوگئیں اور خطرات کی جو گھٹائیں عدالت پر چھائی ہوئی تھیں وہ سب چھٹ گئیں اور مطلع صاف ہوکر آفتاب فضا سے ملک کو منور کرنے لگا اسکیم تفریق کی کامیابی تفصیل سے بیان کرنے کے لئے بڑے وقت کی ضرورت ہے اس لئے بہ نظر اختصار اس کی کامیابی و مفید ملک ہونے کے متعلق حسب ذیل صرف دو دلیلیں پیش کی جاتی ہیں ۔

الف تعداد مقدمات و آمدنی عدالت میں اضافہ

ب اہل ملک کا اعتماد موجودہ انتظام پر

دلیل اول کی نسبت یہاں چند موٹے موٹے عدد لکھے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوگا کہ **حضرت اقدس و اعلیٰ** کے عہد ہمایوں میں دس گیارہ سال کے اندر اندر عدالت نے کیا ترقی اس مدت میں اسکیم کے بعد کے چھ سات سال شامل ہیں ۔

۱۳۲۷ف میں ممالک محروسہ سرکار عالی کے کل متدائرہ مقدمات دیوانی و فوجداری کی تعداد چہتر ہزار تین سو اڑتالیس تھی ۱۳۳۷ف میں ایک لاکھ تئیس ہزار سات سو چوالیس ہوگئی تھی ۔ یعنی مرجوعہ میں فی صدی [illegible] جو مقدمات اضافہ کسیطرح ۱۳۲۷ف میں دیوانی فوجداری کل مقدمات منفصلہ کی تعداد چوہتر ہزار چھ سو تھی ۱۳۳۷ف میں ایک لاکھ اٹھائیس ہزار نو سو چھتیس مقدمے فیصل ہوئے گویا فی صدی (۷۴) کی بیشی ہوگئی یا یوں کہو کہ جہاں ایک سو مقدمے فیصل ہوتے تھے وہاں (۱۷۴) فیصل کئے گئے ۔

آمدنی کی یہ حالت ہے کہ ۱۳۲۶ف میں عدالت کی آمدنی دس لاکھ اکسٹھ ہزار نو سو انیس روپیہ تھی ۱۳۳۷ف میں بڑھتے بڑھتے سترہ لاکھ چونسٹھ ہزار ایک سو چھیانوے ہوگئی اور اس طرح کوئی (۶۶) فی صدی اضافہ ہوا اس سے بڑھکر اسکیم کی کامیابی کا کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا

امر دوم عدالت کے موجودہ انتظام پر اہل ملک کا اعتماد ہے جس کی کھلی ہوئی ۔

بقیہ مضمون صفحہ (۷۴) پر ملاحظہ ہو

رعایت بتقریب سالگرہ مبارک اعلیٰحضرت سلطان العلوم میر عثمان علیخان بہادر آصف جاہ سابع خلد اللہ ملکہ

تمدن ہند

ڈاکٹر لی بان کی کتاب فرنچ زبان کا ترجمہ اردو زبان میں

مترجمہ شمس العلماء ڈاکٹر مولوی سید علی صاحب بلگرامی مرحوم

معہ ۱۳۹، تصاویر عکسی مطبوعہ لندن و دو نقشہ جات صفحات ۷۴۴

کاغذ درجہ اعلیٰ لکھائی چھپائی دیدہ زیب صرف ایک ماہ کے لئے

آخر رجب ۱۳۴۷ھ تک قیمت

بجائے (۳) کے (عہ)

ملنے کا پتہ

عبد القادر تاجر کتب و مالک اعظم اسٹیم پریس گورنمنٹ ایجوکیشنل پرنٹرز چارمینار حیدرآباد دکن

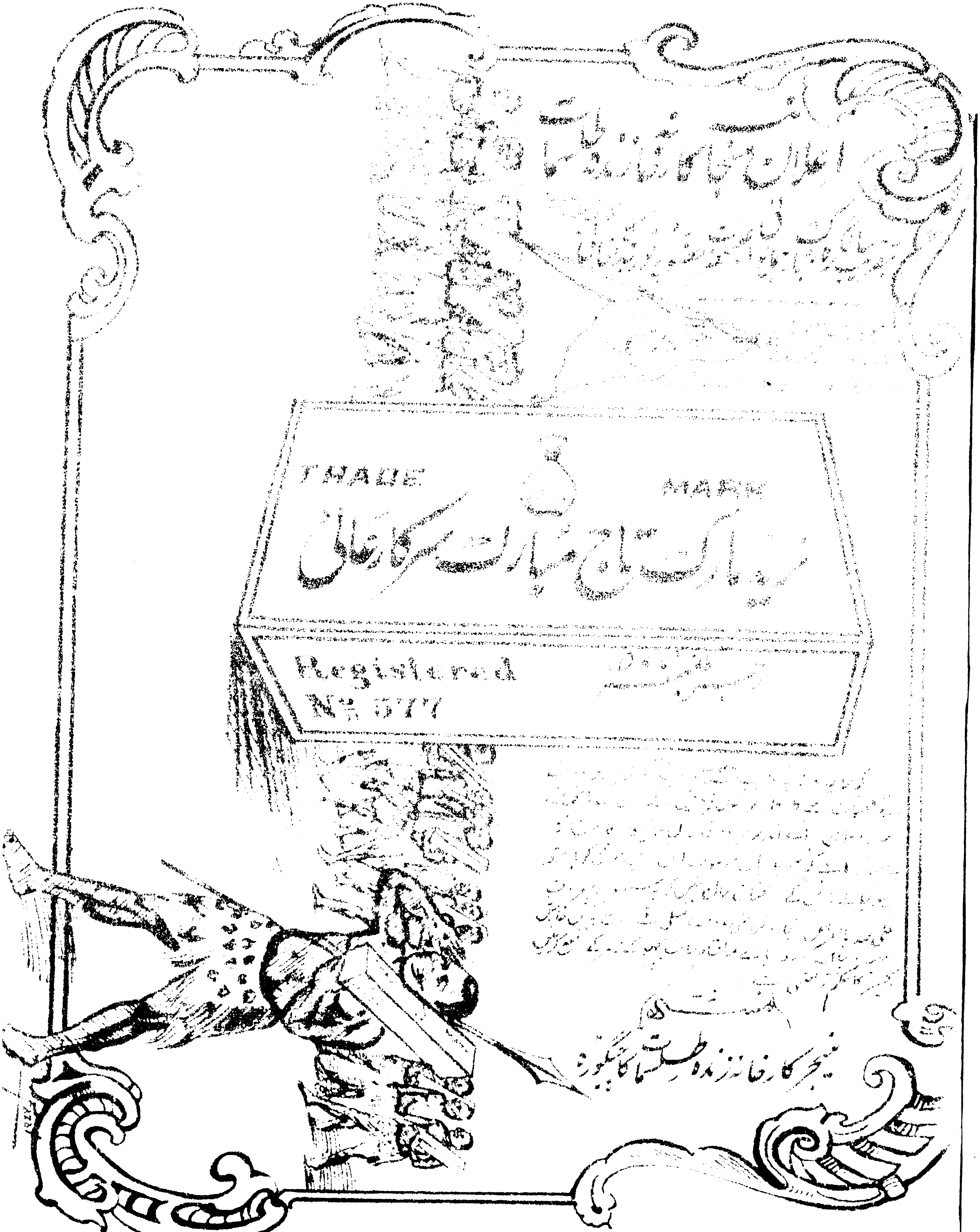
TRADE
MARK
Registered
No. 577

دی حیدرآباد موٹر اینڈ آٹیل کمپنی لمیٹیڈ حیدرآباد دکن

نام سرویس	نام اسٹیشن	اول (روانگی صبح) گھنٹہ	اول منٹ	دوم (روانگی شام) گھنٹہ	دوم منٹ
کریم نگر تا قاضی پیٹ	کریم نگر	7	۰	3	۰
	مانکنڈور	7	40	3	35
	حضور آباد	9	20	5	15
	[illegible]	10	—	6	—
	قاضی پیٹ	11	—	7	40
کریم نگر تا کاماریڈی	کریم نگر	4	دوپہر		
	جگتیال	12	30		
	بیل واڑہ	3	15		
	سرسلہ	4	25		
	سندرنگاپور	6	شام		
	کاماریڈی	7	45		
کریم نگر تا جگتیال	کریم نگر			3	۰
	[illegible] بلی			3	30
	پورہ			4	30
	جگتیال			5	—
کریم نگر براہ پیداپلی تا منتھنی	کریم نگر	7	—	1	30
	گنگا [illegible] بلی	7	15	3	45
	سلطان آباد	7	55	4	20
	پیداپلی	5	—	5	10
	کمان پور	5	25	6	5
	[illegible]	10	15	7	—
	منتھنی	11	—	8	—
ڈچپلی تا نرمل	ڈچپلی	6	—	1	10
	[illegible]	7	20	2	15
	[illegible]	7	45	2	45
	دودہ [illegible]	8	15	3	20
	[illegible]	9	5	4	5
	نرمل	9	30	4	55
نظام آباد تا آرمور	نظام آباد	7	30	3	[illegible]
	محمد [illegible]	8	—	4	15
	آرمور	8	30	4	45

نام سرویس	نام اسٹیشن	اول (روانگی صبح) گھنٹہ	اول منٹ	دوم (روانگی شام) گھنٹہ	دوم منٹ
قاضی پیٹ تا کریم نگر	قاضی پیٹ	7	5	2	دوپہر
	[illegible]	7	25	2	[illegible]
	حضور آباد	9	15	3	15
	مانکنڈور	11	—	6	—
	کریم نگر	11	40	3	40
کاماریڈی تا کریم نگر	کاماریڈی	7	۰		
	سندرنگاپور	8	25		
	سرسلہ	11	—		
	بیل واڑہ	11	33		
	جگتیال	3	10		
	کریم نگر	3	40		
جگتیال تا کریم نگر	جگتیال	8	40		
	پورہ	9	10		
	[illegible]	10	25		
	کریم نگر	10	55		
منتھنی براہ پیداپلی تا کریم نگر	منتھنی	×	×	1	دوپہر
	[illegible]	×	×	1	25
	کمان پور	×	×	2	۰
	پیداپلی	9	—	6	30
	سلطان آباد	9	50	7	2
	گنگا [illegible] بلی	10	40	7	25
	کریم نگر	11	40	9	10
نرمل تا ڈچپلی	نرمل	8	—	3	شام
	[illegible]	8	30	3	30
	دودہ [illegible]	9	شام	4	10
	[illegible]	10	15	4	40
	[illegible]	10	40	5	20
	ڈچپلی	11	40	6	20
آرمور تا نظام آباد	آرمور	9	34	5	30
	محمد [illegible]	12	—	6	—
	نظام آباد	1	20	6	30

زیر موٹر سروس نظام آباد مالکان حیدرآباد موٹر اینڈ آٹیل کمپنی

نام سرویس	نام اسٹیشن	اول گھنٹہ	اول منٹ	دوم گھنٹہ	دوم منٹ
نظام آباد تا بورلا برگل	نظام آباد	7	—	3	40
	بودھن	8	—	4	40
	رودرور	8	15	5	—
	نصراللہ آباد	9	—	5	45
	مدنور	9	15	6	—
	بانسواڑہ	9	30	6	15
	بورلا	10	—	7	15
	برگل	10	40	×	

نام سرویس	نام اسٹیشن	اول گھنٹہ	اول منٹ	دوم گھنٹہ	دوم منٹ
برگل بورلا تا نظام آباد	برگل	6	40	11	15
	بورلا	8	—	11	40
	بانسواڑہ	8	30	12	30
	مدنور	8	45	12	45
	نصراللہ آباد	9	15	1	—
	رودرور	9	45	1	45
	بودھن	10	19	2	—
	نظام آباد	11	15	3	—

٭ علامت آمد ہے۔ اسٹیشن سے روانگی کا وقت دیا گیا ہے اس سے ۱۵ منٹ قبل گاڑی آجاتی ہے۔
وقت روانگی اول کا صبح دوم دن یا شام

باہتمام محمد عبد القیوم منیجر [illegible] دکن مطبع اعظم اسٹیم پریس [illegible] سے شائع ہوا